ختم نبوت پر اہلسنت کا ترجمان
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
ماہنامہ
# لا نبی بعدی
لاہور
بفیضانِ نظر شیخ الاسلام علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
چیف ایڈیٹر: سید محمد اجمل گیلانی
جلد نمبر 13
شمارہ نمبر 4-5

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
اقبال

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

## استحکام پاکستان
# سنی کانفرنس
کے موقع پر
# خصوصی اشاعت

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

سفیر اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی

محدث کچھوچھوی سید محمد اشرفی

امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری

مولانا ابو الحسنات سید محمد قادری

مجاہد ملت مولانا عبد الحامد بدایونی

شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی

غزالی زماں امام احمد سعید کاظمی

خطیب الاسلام صاحبزادہ فیض الحسن شاہ

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی

مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی

قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی

قائد اہلسنّت صاحبزادہ حاجی فضل کریم رضوی مدظلہ العالی

ہدیہ 60 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

# جزی اللہ عنا سیدنا
# ومولانا محمدا ما ھو اھلہ

اے اللہ ﷻ ہماری طرف سے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو جزا عطا فرما جسکے وہ اہل ہیں

# اللھم صل علی محمد
# کما تحب و ترضی لہ

اے اللہ ﷻ حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج جتنا تو پسند کرتا ہے اور جتنا تو ان سے راضی ہے


طالب دعا: حاجی شیخ محمد عابد ۔ شیخ محمد خالد ۔ شیخ محمد عامر

صائمہ ساڑھی ہاؤس

انصاف کلاتھ مارکیٹ ریل بازار
گوجرانوالہ ☎: 239669, 219518

Tanzeem-ul-Islam Graphics

ختم نبوت کے موضوع پر اہلسنت و جماعت کا واحد نمائندہ

ماہنامہ

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖن لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

# لانبی بعدی لاہور

فیضانِ نظر
حضرت سید علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

قائد اہلسنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی علامہ رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
پیر سید محمد محفوظ شاہ مشہدی

حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم

ایڈیٹرز
شیخ مشتاق احمد نورانی
علامہ محمد منور نورانی
قاری محمد افضل باجوہ

صاحبزادہ سید محمد اجمل گیلانی

محمد افضل رشید نقشبندی
0321.4192539

حضرت پیر سید اکبر علی شاہ گیلانی

پیر سید فیض محی الدین شاہ قادری

علامہ پیر محمد عرفان شاہ مشہدی

سید محمد اقبال حسین شاہ بخاری

قانونی مشیر
سید سہیل عباس گیلانی
ایڈووکیٹ

سالانہ ممبر شپ
بمع ڈاک خرچ 300

مجلس ادارت
مفتی جمیل احمد صدیقی
محمد صلاح الدین سعیدی
محمد صادق علی زاہد
مولانا اظہر حسین فاروقی
اسد اللہ حیدر نورانی
مولانا فہد احمد وقاص
مفتی محمد عمران قادری

بیرون ملک نمائندگان
محمد حسین فریدی مکہ مکرمہ، قاری غلام رسول دبئی، محمد امین قادری کویت

صفدر علی مرزا صدر فیروز پور روڈ ٹریڈرز ایسوسی ایشن لاہور

دفتر ماہنامہ لانبی بعدی مدینہ مسجد 108 راوی روڈ لاہور
030[illegible]8484871 0321.4192539

مجلس مشاورت
حافظ القاری پیر کامران علی ہجویری
صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی
پیر سید واجد علی گیلانی، صاحبزادہ غلام مرتضی شاذی
مولانا محمد حنیف جلالی، مولانا نصیر احمد اویسی
مولانا آصف نعمانی، حاجی بنارس خاں
حاجی محمد جاوید اقبال، محمد حامد رضا نورانی
مولانا محمد احمد فریدی، سید ظفر علی شاہ

خط و کتابت و ترسیل زر
جامعہ اکبریہ فیض العلوم اکبر آباد کوٹلی میانی تحصیل مریدکے ضلع شیخوپورہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

# مرکزی جمعیت علماءِ پاکستان

**نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی تحریک کو کامیاب بنانا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے**

## کیونکہ

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر انسان کی جان و مال و عزت و آبرو کا سچا محافظ ہے۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور عوام کے حقوق کا ضامن ہے۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حکومت رعایا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری ہے۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاشرے میں اخوت و محبت، عدل و مساوات کا قابل اعتماد سرچشمہ ہے۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ معاشرتی برائیوں کے خاتمے کا یقینی ضامن ہے۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارا عشق کا محور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے

آئیں مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے قافلے میں شامل

ہو کر ملک پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے ہمارے ساتھی بنے

مولانا قاری **محمد حنیف جلالی** صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع گجرات

03066246991

# حسن ترتیب



| نمبر شمار | مضامین | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| 1 | حمد باری تعالیٰ رنعت شریف | حضرت حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ راعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ | 4 |
| 2 | اداریہ | ادارہ | 5 |
| 3 | سنیو آگے بڑھو | حکیم محمد احمد امجد رضوی | 7 |
| 4 | لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معارف | مولانا محمد الیاس رضوی | 8 |
| 5 | سنی اتحاد کونسل وقت کی اہم ضرورت ہے | علامہ اظہر حسین فاروقی | 16 |
| 6 | حقائق تحریک آزادی ہند و قیام پاکستان | مولانا شاہد محمود خان | 22 |
| 7 | دعوت عمل | حضرت مولانا محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ | 26 |
| 8 | آل انڈیا سنی کانفرنس سے جمعیت علماء پاکستان تک | ڈاکٹر اسد اللہ حیدر نورانی | 28 |
| 9 | تحریک پاکستان کے کون بانی کون مخالف ایک تحقیقی جائزہ | محمد عدنان سعیدی رضوی | 36 |
| 10 | تحریک آزادی ہند و پاک میں علماء اہلسنت کا کردار | اسد اللہ حیدر نورانی | 41 |
| 11 | مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ | حکیم محمد حسین بدر | 49 |
| 12 | امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان | پروفیسر محمد اکرم رضا | 57 |
| 13 | ممتاز اسلامی سکالر مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ | ظہور الدین خان | 68 |
| 14 | عالم اسلامی سامراجی سازشوں کے نرغے میں | قاری اعجاز | 71 |
| 15 | علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ختم نبوت | صلاح الدین سعیدی | 74 |
| 16 | قادیانیت کے خلاف علماء و مشائخ اہلسنت کا کردار | محمد احمد ترازی | 79 |
| 17 | بکواسات مرزائے قادیان لعنۃ اللہ علیہ | قاری اصغر نورانی | 84 |
| 18 | میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں | قاری محمد افضل باجوہ | 87 |
| 19 | حجاب کا اسلامی تصور | بنت قاری سکندر علی جلالی | 90 |

## حضرت حسن بریلوی

درد دل کر مجھے عطا یارب
دے مرے درد کی دوا یارب
لاج رکھ لے گناہگاروں کی
نام رحمٰن ہے تیرا یارب
تو نے میرے ذلیل ہاتھوں میں
دامنِ مصطفےٰ دیا یارب
تو نے دی مجھ کو نعمتِ اسلام
پھر جماعت میں لے لیا یارب
دے کے لیتے نہیں کریم کبھی
جو دیا جس کو دے دیا یارب
مجھے ایسے عمل کی دے توفیق
کہ ہو راضی تری رضا یارب
کر دے فضل و نعم سے مالا مال
ہو مع الخیر خاتمہ یارب

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں
دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پر خار با دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(اداریہ)

## قیامِ پاکستان کے حقیقی مخالفین

# تحریک پاکستان کے خلاف کانگریسی مولویوں کی مجرمانہ سازشیں

یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانان نے جذبۂ اسلام سے سرشار ہو کر قائداعظم محمد علی جناح ؒ کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے فقید المثال قربانیاں دیں اور بفضلہٖ تعالیٰ انگریزوں، ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک کی حیثیت سے اجاگر ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریۂ پاکستان کے سخت مخالف تھے ایک سیلاب کی طرح امنڈ کر پاکستان میں آ پہنچے اور پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے اور فضائے پاکستان ان کی شرانگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہو گئی اور اب تک یہ تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت میں اپنی مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہماری نئی نسل شاید اس تلخ اور المناک حقیقت کا تصور بھی نہ کر سکے کہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے کانگریسی علماء کا ایک مختصر سا گروہ قومی تاریخ کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں کر رہا ہے، اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی مخالفت صرف انگریزوں اور ہندوؤں نے کی تھی، حالانکہ پاکستان کی مخالف جماعتوں میں کانگریسی علماء کی "جمعیت علمائے ہند" پیش پیش تھی، مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جیسے موقع پرست اور دین فروش مولویوں نے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے مناصب حقیقی، اپنے فرائض خصوصی، اپنے امتیازات مقدسہ اور حمیات اسلامی کو گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل کے جوتوں میں ڈال دیا اور تعاون بالمشرکین، کیلئے احادیث کے ذخیروں کو کھنگال ڈالا اور وہ موشگافیاں کیں کہ آیات قرآنی تلملا اٹھیں اور ہندوستان میں ہندو سیکولرازم کی نظری حیثیت کو چیلنج کرنے کے علی الرغم سیکولرازم اور اکھنڈ بھارت کی تائید پر زور صرف کر دیا۔

یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آج مفتی محمود اور ان کے رفقاء قائداعظم محمد علی جناح ؒ کی روح سے اپنی شکست کا انتقام لینے اور گاندھی و نہرو کی پلید روحوں کو خوش کرنے کیلئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ مل کر ملک میں انتشار و افتراق کی فضاء پیدا کر رہے ہیں اور پاکستان کے بدترین دشمنوں اور سخت ترین مخالفوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو پاکستان کی جنگ آزادی کا ہیرو قرار دے رہے ہیں تاکہ عوام تحریک پاکستان کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ حال ہی میں مشہور کانگریسی عالم مولانا حسین احمد مدنی کے بیٹے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسعد مدنی پاکستان کے دورے پر آئے (عوام میں مشہور ہے کہ وہ مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایات پر پاکستان میں رہنے والے بھارتی ایجنٹوں اور کانگریسی نمائندوں کو پہنچانے اور کچھ لینے اور کچھ دینے آئے تھے) ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء بروز جمعہ ابن قاسم باغ قلعہ کہنہ ملتان پر نام نہاد جمعیت العلماء اسلام ہزاروی گروپ نے اسعد مدنی کی آمد پر ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا جس میں لائلپور کے مولوی ضیاء القاسمی نے پاکستان کے بدترین دشمن مولوی حسین احمد مدنی اور ان کے رفقاء کو زبردست خراج عقیدت

پیش کرتے ہوئے کہا کہ "مولانا حسین احمد مدنی جنگ آزادی کے عظیم ہیرو تھے اور پاکستان کے قیام کیلئے انہوں نے ہی زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا اور مولانا مدنی کی کوششوں نے ملت اسلامیہ کو نشاۃ ثانیہ عطاء کی۔" حالانکہ حقیقت اسکے برعکس ہے، مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ پاکستان کے سخت مخالف اور کانگریس کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد آل انڈیا کانگریس کے صدر اور مولانا حسین احمد مدنی صوبہ یوپی کانگریس کے صدر تھے۔ان کی تمام خدمات گاندھی اور نہرو کے لادینی نظام کے قیام کیلئے وقف تھیں اسلام کیلئے نہیں، وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ کانگریسی علماء کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا اور عوام کو ان کے داغ دار ماضی سے آگاہ کرنا از حد ضروری ہے تا کہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ قیام پاکستان سے قبل کانگریسی علماء کے پاکستان کے خلاف کیا جذبات تھے اور آج بھی یہ پاکستان دشمن مولوی اپنے سینوں میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ ناگنیں جو اب ہماری آستینوں میں آ بیٹھی ہیں ان کی افتراء پردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنک سے بچنے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔یہی وہ سوال ہے جس کیلئے سنی اتحاد کونسل نگر نگر جا کر عوام اہلسنت میں بیداری پیدا کر رہی ہے تا کہ اہلسنت کے حقوق کا کما حقہ تحفظ ہو سکے، اور کوئی بھی بد طینت اہلسنت کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔

(ادارہ)

## سانحۂ ارتحال

آستانہ عالیہ ہیبت پور شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر محمد وحید الحق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مورخہ ۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء بروز منگل بوقت سحر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو عظیم علمی و روحانی شخصیت مخدوم ملت پیر میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کی تربیت دینی گھرانے میں ہوئی، آپ ہمیشہ دین متین کی خدمت میں مصروف عمل رہے، فکر مجددی کو عام کرنے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے، آپ تادم آخر امت مسلمہ اور خصوصاً مریدوں کی اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا سامان کرتے رہے۔آپ کے وصال سے دنیا ایک عظیم روحانی بزرگ سے محروم ہو گئی۔آپ کی نماز جنازہ اسی دن ہیبت پور شریف میں مفتی محمد نعیم اختر نقشبندی آف کاموں کے نے پڑھائی۔نماز جنازہ و قل شریف میں نامور علماء و مشائخ اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔اس موقع پر حضرت صاحبزادہ میاں محمد حامد رضا محسن کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔

ادارہ ماہنامہ "لانبی بعدی" لاہور اور مرکزی جمعیت علماء پاکستان و مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان و تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان اس غم کو بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لواحقین، متعلقین اور مریدین کے غم میں برابر کا شریک ہے، رب جلیل کے حضور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مرقد پاک پر اپنی کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کے روحانی فیض کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے اور موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ والا شان صاحبزادہ میاں محمد حامد رضا محسن کو اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا پیر محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے مطابق آستانے کو چلانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

# سنیو آگے بڑھو

(بتقریب سنی کانفرنس مورخہ 17 اپریل 2011 مینار پاکستان لاہور)

منتظر ہے وطن پیارا سنیو آگے بڑھو
کہہ رہا ہے دیس سارا سنیو آگے بڑھو

عزم نو لے کر اٹھو تاریکیاں چھٹ جائیں گی
اولیاء کا ہے اشارہ سنیو آگے بڑھو

قریہ قریہ سے چلو مل کر مینار یاد گار
موڑ کر قسمت کا دھارا سنیو آگے بڑھو

اب چلو سب حضرت داتا کا پرچم تھام کر
ہے یہی مرکز ہمارا سنیو آگے بڑھو

خواب غفلت سے جگایا سید ہجویر نے
آپ نے سب کو پکارا سنیو آگے بڑھو

اولیاء کے در پہ حملہ ہے قیامت دوستو
یہ نہیں ہرگز گوارا سنیو آگے بڑھو

اب میدان عمل میں نکلو جلا کر کشتیاں
غوث کا لیکر سہارا سنیو آگے بڑھو

زندہ رہنا ہے تو سمجھو زندگی کا فلسفہ
کون جیتا کون ہارا سنیو آگے بڑھو

بے بسی کی موت ہے جرم ضعیفی کی سزا
اب کرو ہمت سے چارا سنیو آگے بڑھو

یاد ہے اب تک مجھے وہ رائیونڈ کی کانفرنس
پھر دکھا دو وہ نظارا سنیو آگے بڑھو

اہلسنت کے اکابر کی وراثت ہے وطن
جانتا ہے عالم سارا سنیو آگے بڑھو

دشمنان ملک و ملت اس پیارے دیس کو
کر رہے ہیں پارہ پارہ سنیو آگے بڑھو

پاک خطے کے مخالف کو وطن سے کیا غرض
یہ وطن تو ہے ہمارا سنیو آگے بڑھو

دہشت گردی کی اندھیری رات میں تم ہی تو ہو
روشنی کا اک ستارا سنیو آگے بڑھو

قوم ـــ گرداب میں قائد کا دامن تھام لو
یہ امن کا ہے کنارا سنیو آگے بڑھو

[illegible] کی ضمانت اتفاق و اتحاد
ہمقدم ہو کر دوبارہ سنیو آگے بڑھو

[illegible] نے کا غلط راہوں پر قیادت چھوڑ کر
وہ پھرے گا مارا مارا سنیو آگے بڑھو

سنیوں کے پیشوا ہیں حضرت فضل کریم
تھام کر دامن خدا را سنیو آگے بڑھو

پیشواؤں کو مریدوں کو شاگردوں کو سلام
ہر فرد امجد پیارا سنیو آگے بڑھو

حکیم محمد احمد امجد رضوی پتوکی
0306-4348390

# لفظ محمد رسول اللہ ﷺ کے معارف

تحریر: مولانا محمد الیاس رضوی

**محمد رسول اللہ۔** (سورۃ الفتح ۲۹)

(روح عالم) محمد اللہ کا رسول ہے۔

۱) اس کلام الٰہی میں تین کلمات مبارکہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کلمہ مبارکہ بے نقطہ ہے۔ (ترجمہ بھی بے نقطہ کیا گیا ہے) اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کی بے عیب ذات مقدسہ نے محمد ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کی رسالت کو بے عیب بنایا ہے۔

۲) اس کلام الٰہی میں مندرجہ ذیل تین کلمات مبارکہ ہیں۔

(۱) محمد (۲) رسول (۳) اللہ

۳) پس جس سعادت مند نے اس کلام الٰہی کا زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اس کے تقاضا پر اپنے عمل سے شہادت دی تو اس کیلئے (۱) عالم دنیا (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت میں کامیابی و کامرانی، راحت و آسانی اور فوز و فلاح مقدر ہوگی۔

اس کلام الٰہی کے ہر کلمہ مبارکہ کے عدد کو باہم جمع کیجئے تو ۴۵۴ کا عدد حاصل ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

| محمد | رسول | اللہ | |
|---|---|---|---|
| ۹۲ | ۲۹۶ | ۶۶ | ۴۵۴ |

لفظ جنات (باغات) کا عدد بھی ۴۵۴ ہے پس وہ خوش نصیب جس نے اس کلام الٰہی کا زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اس کے تقاضہ پر اپنے عمل سے گواہی دی تو اس کیلئے باغات اخرویہ ہوں گے۔

۴) اس کلام الٰہی میں تین کلمات مبارکہ اور بارہ حروف مبارکہ ہیں۔ ان دونوں کو باہم جمع کیجئے تو ۱۵ کا عدد حاصل ہوگا۔ پس جس خوش قسمت نے اس کلام الٰہی کا زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اس کے تقاضا پر عمل کیا تو امید واثق ہے کہ اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند اور اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے۔ (۷+۸=۱۵)

5) اس کلام الٰہی میں تین کلمات مبارکہ اور بارہ حروف مبارکہ ہیں جیسا کہ تفسیر نعیمی میں مرقوم ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ یہاں جس ذات مبارکہ کی رسالت کا بیان ہے اس کی ولادت باسعادت سال کے تیسرے ماہ کی بارہویں تاریخ میں ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ **ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاوّل** یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں پیر کے دن، ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ میں ہوئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹ ضیاء النبی ج ۲ ص ۳۷)

۶) اس کلام الٰہی میں سیّد الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ کی رسالت کا بیان ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

سبحان اللہ! اس میں پہلا کلمہ مبارکہ اسم رسالت محمد، دوسرا کلمہ مبارکہ رسول اور تیسرا کلمہ مبارکہ اسم جلالت اللہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کلمہ مبارکہ کا عدد جو اس کے تحت لکھا ہوا ہے ذہن نشین کر لیجئے۔

| محمد | رسول | اللہ |
|---|---|---|
| ۹۲ | ۲۹۶ | ۶۶ |

اب پہلے کلمہ کے اکائی اور دہائی، دوسرے کلمہ کی اکائی دہائی اور سینکڑہ اور تیسرے کلمہ کی اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع

کیجئے تو ۴۰ کا عدد حاصل ہوگا۔

ملاحظہ کیجئے۔ ۲+۹+۶+۹+۲+۶+۶=۴۰

رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال ہی کی عمر مبارک میں اعلان رسالت فرمایا یہی صحیح قول ہے۔ جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

۷) پنجوقتہ فرض نمازوں کی کل رکعات (۱۷) ہیں اور (محمد رسول اللہ) کے کلمات مبارکہ قرآن حکیم کی سورۃ الفتح کی آیت نمبر (۲۹) میں آئے ہیں۔ اس کلام الٰہی میں (۳) کلمات اور (۱۲) حروف ہیں اگر ان کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو (۱۷) کا عدد حاصل ہوگا اور پنجوقتہ فرض نمازوں کی کل رکعات (۱۷) ہیں۔

| آیت کریمہ | کلمات مبارکہ | حروف مبارکہ |
|---|---|---|
| ۹+۲+ | ۳+ | ۲+۱=۱۷ |

| فجر | ظہر | عصر | مغرب | عشاء |
|---|---|---|---|---|
| ۲+ | ۴+ | ۴+ | ۳+ | ۴=۱۷ |

نیز اس کلام الٰہی میں پہلا کلمہ اسم رسالت محمد ہے اور اس میں (۴) حروف مبارکہ ہیں اور ہر فرض نماز میں بھی اسم اقدس محمد (۴) مرتبہ پڑھا جاتا ہے علاوہ ازیں ایمان کے بعد دین اسلام کے ارکان بھی (۴) ہیں۔ اس کلام الٰہی میں دوسرا کلمہ مبارکہ رسول ہے اور اسکا عدد (۲۹۶) ہے اس کے اکائی، دہائی اور سینکڑہ کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو (۱۷) کا عدد حاصل ہوگا اور سرکار دو عالم ﷺ نے جب رسول ہونے یعنی اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو لوگ آپ کے مخالف ہو گئے (حالانکہ اس سے قبل یہی لوگ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے) اور اسی بنیاد پر حق و باطل کے درمیان پہلا بڑا غزوہ ہوا جو غزوۂ بدر سے موسوم ہوا اور یہ غزوہ بھی رمضان المبارک کی (۱۷) تاریخ کو ہوا۔

۸) اس کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم مبارک اللہ اور نبی کریم ﷺ کا ذاتی اسم کریم محمد کا ذکر ہے اسم جلالت اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں اور اسم رسالت محمد کہتے ہیں تو دونوں لب مل جاتے ہیں کہ آپ ﷺ مخلوق کو خالق عزوجل سے ملانے ہی تو آئے ہیں اگر ان کا واسطہ نہ ہو تو مخلوق، خالق کائنات کے قرب کے حصول سے بہت ہی دور ہو۔

۹) اس کلام الٰہی میں پہلا کلمہ مبارکہ اسم رسالت محمد ہے اور اس میں چار حروف ہیں نیز اسم رسالت محمد بھی قرآن حکیم میں چار ہی مقام پر آیا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر حرف کے عوض اسم رسالت محمد آیا ہے اور اس سے یہ لطیف اشارہ ملتا ہے کہ ذات محمد ﷺ علی الاطلاق کامل و اکمل حسن و کمال ہے نیز چار حروف سے چار مقام کی نفی کر دیں تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور کوئی رسول مبعوث نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۰) کلام الٰہی (محمد رسول اللہ) محمد ﷺ کے ''رسول اللہ'' ہونے میں نص قطعی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف اعلان رسالت کے تیئس سال بعد ہوا اور (محمد رسول اللہ) کے کلمات مبارکہ، قرآن حکیم کی اڑتالیسویں سورت مبارکہ کی انتیسویں آیت کریمہ میں ہیں اب سورت کا نمبر جو ۴۸ ہے اس کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو ۱۲ کا عدد حاصل ہوگا اور آیت نمبر جو ۲۹ ہے اسکے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو بھی باہم جمع کیجئے تو ۱۱ کا عدد حاصل ہوگا پھر ان دونوں حاصل شدہ عددوں کو باہم جمع کیجئے تو ۲۳ کا عدد حاصل ہوگا اور اعلان رسالت کے بعد سے وصال شریف تک آپ ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ تیئس سال ہی ہے۔

۱۱) ''الفتح'' جو قرآن حکیم کی اڑتالیسویں سورت مبارکہ ہے اس میں چار رکوع، انتیس آیات، پانچ سو اڑسٹھ کلمات اور دو ہزار پانچ سو انسٹھ حروف ہیں۔ جیسا کہ تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔

مذکورہ بالا تمام اعداد کو باہم جمع کیجئے تو ۳۲۰۸ کا عدد حاصل ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ ۴۸+۴+۲۹+۵۶۸+۲۵۵۹=۳۲۰۸

اب حاصل شدہ عدد کے اکائی (۸) دہائی (۰) سینکڑہ (۲) اور ہزار (۳) کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو ۱۳ کا عدد حاصل ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ ۸+۰+۲+۳=۱۳

۱۳ کے عدد سے اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ ظاہری حیات مبارکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اب اگر ہزار کا ہندسہ (۳) چھوڑ کر باقی ہندسوں کو جمع کیجئے تو ۱۰ کا عدد حاصل ہوگا۔ اس میں اعلان نبوت کے بعد مدینہ منورہ کی دس سالہ ظاہری حیات مبارکہ کی طرف اشارہ ہے اور اگر سینکڑہ کا ہندسہ بھی چھوڑ کر جمع کیجئے تو ۸ کا عدد حاصل ہوگا اور صرف اکائی کا ہندسہ بھی ہے ۸ ہے اور کلام الٰہی (محمد رسول اللہ) کے ابتدائی دو کلمات محمد اور رسول کے حروف بھی آٹھ ہیں اور اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ پہلے ذکر کردہ مکی و مدنی حیات مبارکہ کا بیان اس ذات بابرکات کا ہے جن کا اسم گرامی محمد ہے جو رسول مکرم ہیں۔

۱۲) قرآن کی ان سورتوں اور آیتوں کے نمبر ذیل میں ملاحظہ فرماتے ہوئے ذہن نشین کر لیجئے جن میں اسم رسالت محمد آیا ہے۔

(۱) آل عمران ۳ آیت ۱۴۴ (۲) الاحزاب ۳۳ آیت ۴۰

(۳) محمد ۴۷ آیت ۲ (۴) الفتح ۴۸ آیت ۲۹

اب اولاً پہلی سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے عدد کے اکائی (۴) دہائی (۴) سینکڑہ (۱) کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو ۹ کا عدد حاصل ہوگا۔ اسی طرح دوسری سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے ہندسوں کو جمع کیجئے تو ۴ کا عدد حاصل ہوگا پھر ان دونوں حاصل شدہ عددوں کو باہم جمع کرنے پر ۱۳ کا عدد حاصل ہوگا۔

ثانیاً تیسری سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے اکائی کے ہندسہ (۲) کو چوتھی سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے اکائی (۹) اور دہائی (۲) کے ہندسوں میں جمع کیجئے تو اس صورت میں بھی ۱۳ کا عدد حاصل ہوگا۔

پہلی صورت: ۴+۴+۱=۹
۰+۴=۴+
۱۳

دوسری صورت ۲=۲
۹+۲=۱۱+
۱۳

ان دونوں صورتوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے تیرہ سال گزارے اور ان میں آپ کو انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کی طرف ۱۳ کے عدد کی تکرار سے اشارہ ملتا ہے اور اگر ذکر کردہ چاروں سورتوں کے نمبروں کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی باہم نفی کرنے پر حاصل ہونے والے اعداد کو باہم جمع کیجئے تو ۱۰ کا عدد حاصل ہوگا۔ اس میں اعلان نبوت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سالہ ظاہری حیات مبارکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے اور ان میں مکہ مکرمہ کے تیرہ سالوں کی مانند انتہائی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا لہٰذا یہاں ۱۰ کے عدد کی تکرار بھی نہیں ہے نیز مدینہ منورہ کی دس سالہ ظاہری حیات مبارکہ کے بعد آپ ﷺ ملأ اعلیٰ سے جا ملے چونکہ یہاں دنیا سے نکل کر ملأ اعلیٰ سے جا ملنا ہے سو یہاں پہلے نفی اور اس کے بعد جمع کو اختیار کیا گیا۔

پہلی سورت مبارکہ کا نمبر = ۳

دوسری ۳-۳=۰

تیسری ۷-۴=۳

چوتھی ۸-۴=۴+
۱۰

۱۳) اسم رسالت محمد کا عدد ۹۲ ہے اور اس عدد میں اکائی کا ہندسہ (۲) ہے اس میں اشارہ ہے کہ محمد ﷺ کی ذات بابرکات دوسرے درجہ والی ہے یعنی

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نیز ۹۲ کے عدد میں دہائی کا ہندسہ (۹) ہے اور اس ہندسہ کی یہ خصوصیت ہے کہ نو کا پہاڑا پڑھئے تو ہر درجہ میں ۹ کا ہندسہ ہی حاصل ہوگا۔ غور فرمائیے۔

۹x۱=۹_____۹

۹x۲=۱۸(۱+۸)۹

۹x۳=۲۷(۲+۷)۹

۹x۴=۳۶(۳+۶)۹

۹x۵=۴۵(۴+۵)۹

۹x۶=۵۴(۵+۴)۹

۹x۷=۶۳(۶+۳)۹

۹x۸=۷۲(۷+۲)۹

۹x۹=۸۱(۸+۱)۹

۹x۱۰=۹۰(۹+۰)۹

اسی طرح نو کا پہاڑا پڑھتے جائیے اور جانتے جائیے کہ نو کا ہندسہ ہر درجہ میں باقی رہتا ہے۔ فنا نہیں ہوتا اب مزید چند مختلف مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

۹x۶۶=۵۹۴(۵+۹+۴)۱۸(۱+۸)۹

۹x۹۲=۸۲۸(۸+۲+۸)۱۸(۱+۸)۹

۹x۲۹۶=۲۶۶۴(۲+۶+۶+۴)۱۸(۱+۸)۹

اس میں اشارہ ہے کہ جب آپ کے نام اقدس کے عدد کو ایسی بقا ملی ہے تو آپ کی ذات مقدسہ کی بقا کا عالم کیا ہوگا؟

۱۴) ارشاد باری تعالیٰ (محمد رسول اللہ) میں بارہ حروف مبارکہ ہیں اور کلام الہٰی (لا الہ الا اللہ) میں بھی بارہ حروف ہیں جیسا کہ تفسیر نعیمی میں ہے۔

(لا الہ الا اللہ) کے کلمات مبارکہ سورۃ ''محمد'' کی انیسویں آیت کریمہ میں ہیں اور یہ قرآن حکیم کی سنتالیسویں سورت مبارکہ ہے اب اس سورت مبارکہ اور آیت کریمہ کے عدد کو باہم جمع کیجئے تو ۶۶ کا عدد حاصل ہوگا اور اسم جلالت اللہ کا عدد بھی ۶۶ ہے اور (لا الہ الا اللہ) میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بمنزلہ دعویٰ کے ہے اور (محمد رسول اللہ) اس کی دلیل ہے اور دعویٰ اور دلیل دونوں میں سے ہر ایک کے حروف بارہ ہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں کامل مطابقت ہے نیز جس ذات بابرکات کو محمد کہا گیا ہے وہ عیب ونقص اور برائی وذم سے پاک ہے اور مجسمہ حسن وکمال ہے۔ اس لئے کہ وہ دلیل ہے (لا الہ الا اللہ) کی اور (لا الہ الا اللہ) کا دعویٰ بالکل بے عیب ہے اس لئے اس کی دلیل بھی بے عیب ہونی چاہیے لہٰذا اس بے عیب دلیل کا نام ہے۔ (محمد رسول اللہ)

## اسم جلالت اللہ اور اسم رسالت محمد

کے حروف واعداد میں چند مناسبات

### پہلی مناسبت

اسم جلالت اللہ کے حروف (۴) ہیں اور اسم رسالت محمد کے حروف بھی (۴) ہیں۔

### دوسری مناسبت

اسم جلالت اللہ کے چاروں حروف بے نقطہ ہیں اور اسم رسالت محمد کے چاروں حروف بھی بے نقطہ ہیں۔

### تیسری مناسبت

اسم جلالت اللہ کے تیسرے حرف پر تشدید (ّ) ہے اور اسم رسالت محمد کے بھی تیسرے حرف پر تشدید ہے۔

### چوتھی مناسبت

اسم جلالت اللہ کے دو حروف آحاد سے ہیں اور دو عشرات سے اور اسم رسالت محمد کے بھی دو حروف آحاد سے ہیں اور دو عشرات سے یعنی اسم جلالت کے دو حروف جو آحاد سے ہیں وہ (ہمزہ) اور (ھا) ہیں اور عشرات سے (لام) اور (لام) ہیں اور اسم رسالت کے دو حروف جو آحاد سے ہیں وہ (حا) اور (دال) ہیں اور عشرات سے (میم) اور (میم) ہیں۔ آحاد سے مراد ایک سے نو تک کی اکائیاں اور عشرات سے مراد دہائیاں ہیں چونکہ ''ہمزہ'' کا عدد (۱) اور ''ھا'' کا عدد (۵) اور ''حا'' کا عدد (۸) اور ''دال'' کا عدد (۴) ہے لہٰذا یہ حروف آحاد سے ہیں جبکہ ''لام'' کا عدد (۳۰) اور ''میم''

کا عدد (۴۰) ہے پس یہ حروف عشرات سے ہیں۔

## پانچویں مناسبت

اسم جلالت اللہ کے اعداد ۶۶ کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم ضرب دے کر پھر حاصل ضرب کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو جمع کیجیے تو ۹ کا عدد حاصل ہوگا ملاحظہ فرمائیے۔

۶×۶=۳۶، ۶+۳=۹

اسی طرح اسم رسالت محمد کے اعداد ۹۲ کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم ضرب دے کر پھر حاصل ضرب کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو جمع کر لیجیے تو بھی ۹ کا عدد حاصل ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ۲×۹=۱۸، ۸+۱=۹

## حروف کے اعداد کا جدول

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ا | ب | ج | د | ہ | و | ز |
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ |
| ح | ط | ی | ک | ل | م | ن |
| ۸ | ۹ | ۱۰ | ۲۰ | ۳۰ | ۴۰ | ۵۰ |
| س | ع | ف | ص | ق | ر | ش |
| ۶۰ | ۷۰ | ۸۰ | ۹۰ | ۱۰۰ | ۲۰۰ | ۳۰۰ |
| ت | ث | خ | ذ | ض | ظ | غ |
| ۴۰۰ | ۵۰۰ | ۶۰۰ | ۷۰۰ | ۸۰۰ | ۹۰۰ | ۱۰۰۰ |

## کلمہ محمد کی تشریح

قال اهل اللغة كل جامع بصفات الخير يسمى محمدا۔

ترجمہ اہل لغت کہتے ہیں کہ جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمد کہتے ہیں۔ (ضیاء النبی ج ۲ ص ۶۱)

امام محمد ابوزہرہ اسم محمد کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان صيغة التفعيل تدل على تجدد الفعل وحدوثه وقتا بعد اخر بشكل مستمر متجددا انا بعد ان وعلىٰ ذلك يكون محمد اى يتجدد حمده انا بعد ان بشكل مستمر حتى يقبضه الله تعالىٰ اليه۔

(خاتم النبیین ج ۱ ص ۱۱۵)

ترجمہ "تفعیل کا صیغہ کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لحہ بہ لحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس میں استمرار پایا جاتا ہے یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے اس تشریح کے مطابق محمد کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لحہ ہر گھڑی نو بنو تعریف وثناء کی جاتی ہے"۔ (ضیاء النبی ج ۲ ص ۶۲)

علامہ سہیلی اس نام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فالمحمد فى اللغة هو الذى يحمد حمدا بعد حمد۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۸۲)

ترجمہ "یعنی لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔ (ضیاء النبی ج ۲ ص ۶۲)

## رسول ﷺ کے اسم مبارک "محمد" کی تشریح

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں۔

علامہ ابی مالکی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء ہیں اور نبی کریم ﷺ کے بھی اتنے ہی اسماء ہیں اور ساٹھ سے زیادہ اسماء کا انہوں نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

"محمد" حمد سے ماخوذ ہے اور مفعل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے، بہت زیادہ حمد کیا ہوا نبی کریم ﷺ اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور کی نہیں کی اور آپ کو وہ محامد عطا کیے ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو وہ چیزیں الہام کرے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کرے گا۔ جس شخص میں خصائل محمودہ کامل ہوں اس کو محمد کہا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ باب، تکثیر کیلئے ہے یعنی جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے وہ محمد ہے۔ (اکمال اکمال المعلم

ص۱۴۳'۱۴۴ شرح صحیح مسلم ج۶ ص۸۱۲)

علامہ ابن تیمیہ نے کہا کہ آپ کی نبوت کی علامات میں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام "محمد" نہیں رکھا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: لم نجعل له من قبل سميا "ان سے پہلے ہم نے یہ نام نہیں رکھا" البتہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ کی ولادت کے زمانہ کے قریب آنے کی بشارت دی تو بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید ان میں سے کوئی وہ نبی ہو' لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس کو رسول بنانا ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ پندرہ بچوں کا نام "محمد" رکھا گیا ہے۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۲۷' شرح صحیح مسلم ج۶ ص۸۱۳)

مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

"حمد کسی حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علی الاطلاق حسن اور کمال ہیں اگر آپ میں کسی وجہ یا کسی اعتبار سے کوئی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے کیونکہ نقص اور عیب کی مذمت ہوتی ہے' حمد نہیں ہوتی اور آپ کو کسی زید یا بکر نے محمد نہیں کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے محمد کہا ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی نقص یا عیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو مطلقاً محمد کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ اللہ کا کلام غلط ہو سکتا ہے نہ آپ میں کوئی نقص اور عیب ہو سکتا ہے۔ یہ بات مشرکین عرب کو بھی معلوم تھی وہ آپ میں عیب نکالتے پھر آپ کو محمد کہتے انہیں خیال آیا کہ محمد کہہ دینے سے تو آپ سے ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے اسلئے آپ کو مذمم (مذمت کیا ہوا) کہنے لگے کہ مذمم میں یہ عیب ہے اور مذمم ایسا ہے' حضور اکرم ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا وہ مجھ میں عیب نہیں نکالتے کسی مذمم میں عیب نکالتے ہیں۔ میں مذمم نہیں' محمد ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الا تعجبون كيف يصرف الله عني شتم قريش ولعنهم يشتمون مذمما ويلعنون مذمما وانا محمد۔

(صحیح البخاری ج۱ ص۵۰۱' شرح صحیح مسلم ج۶ ص۸۱۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے سب وشتم کو کس طرح دور کردیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

ایک دفعہ میں نے تقریر میں آپ کے مطلقاً حسن اور کمال ہونے میں آپ کے محمد ہونے سے استدلال کیا اور کہا کہ آپ کا محمد ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہ ہو۔ اس پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ بتلاؤ غیر کا محتاج ہونا حسن ہے یا عیب اگر یہ حسن ہو تو تمام محاسن اور کمالات کا جامع اللہ تعالیٰ ہے پھر اللہ کو بھی غیر محتاج ہونا چاہیے اور اگر یہ عیب ہو تو آپ میں یہ عیب ثابت ہو گیا کہ آپ اپنے غیر کے محتاج ہیں کیونکہ آپ بہر حال اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کیلئے کمال ہے اور اللہ کیلئے نقص ہے جیسے عبادت کمال ہے مگر یہ مخلوق کیلئے کمال ہے اللہ کیلئے عبادت کرنا نقص اور عیب ہے' بعض چیزیں حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہوتی اور بعض چیزیں قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہوتی ہیں' غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہ ہے اس لئے اللہ اس عیب سے پاک ہے اور حسن لغیرہ ہے کیونکہ بندہ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اس لئے رسول اللہ ﷺ کا اپنے مولیٰ کا محتاج ہونا آپ کا حسن اور کمال ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ازلاً ابداً محمد ہیں' سراہے ہوئے اور تعریف کئے ہوئے ہیں اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر ہوتی ہے اس لئے آپ ہمیشہ سے حسن اور کمال ہیں بلکہ تمام محاسن اور کمالات کی اصل ہیں' حسن اور کمال وہی ہے جو آپ میں ہے اور جو چیز آپ میں نہیں ہے وہ حسن ہے نہ کمال۔ باقی انبیاء اور رسل اپنی عظمت میں کسی خیر اور

نیکی کے حصول کے تابع تھے یہاں معاملہ الٹ ہے یہاں خیر اور نیکی اپنے خیر اور نیکی ہونے میں آپ کی طرف نسبت کے تابع ہے جس کو آپ نے کرلیا وہ خوب ہے اور جس سے آپ نے منع کر دیا وہ ناخوب ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۱۵، ۸۱۴)

محمد نام رکھنے کے فضائل میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

## چند احادیث

۱) ابن عساکر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کیلئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔ (بہار شریعت ح ۱۶ ص ۱۳۰)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس حدیث کو حافظ ابن عساکر وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں۔ ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب واسنادہ حسن۔ جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ص ۸)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی "ردالمحتار" میں حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو لکھ کر حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا اس حدیث کے بارے میں وہی کلام لکھا ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا ہے حوالہ کیلئے "ردالمحتار علی حاشیۃ الدرالمختار (ج ۵ ص ۲۹۶)

۲) ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عیط بن شریط رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے عذاب نہ دوں گا۔ (بہار شریعت ح ۱۶، ۱۳۰ جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۲۷، شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۱۳)

۳) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلا راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین ہوں۔

۴) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے وہ ضرور جاہل ہے۔

(بہار شریعت ح ۱۶ ص ۱۳۰، النور والضیاء ص ۱۰)

۵) سیرت حلبی جلد اول ص ۹۹ میں ہے "اور حدیث معضل میں ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کریگا۔ اے محمد! کھڑے ہو کر جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ تو ہر شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام محمد ہے یہ خیال کر کے کہ بلاوا میرے لئے تھا پس محمد ﷺ کی بزرگی کے پیش نظر ان کو روکا نہ جائے گا"۔

یاد رہے کہ نام پاک محمد کے ساتھ تسمیہ (نام رکھنا) فضائل اعمال سے ہے جن میں حدیث ضعیف بھی بالا جماع معتبر ہے چہ جائیکہ معضل۔ (حدیث ضعیف کی اقسام میں سے جو مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں۔ موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل۔ (علوم الحدیث ص ۴۸، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲) حدیث معضل کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

(علوم الحدیث ص ۵۴، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲۳)

(البشیر الکامل ص ۶۲" از امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ما کان فی اھل بیت اسم محمد الاکثرت برکتہ۔ "جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے"۔ بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ

ئے کہ فضائل تنہا ان ہی اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔
(ص ۱۱)

## فائدہ

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطاء (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما) سے روایت کی "من اراد ان یکون حمل زوجته ذکرا فلیضع یده علی بطنها ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا فانه یکون ذکرا"۔ جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے۔ ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا۔ (اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا) ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔
(النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ص ۱۱)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
جس شخص کے لڑکیاں ہی ہوتی ہوں بیٹا نہ ہو۔ وہ شروع زمانہ حمل اپنی بیوی کے پیٹ پر انگلی سے (یعنی بغیر روشنائی کے۔ رضوی) یہ عبارت لکھ دیا کرے۔ من کان فی هذا البطن فاسمه محمد۔ (جو اس پیٹ میں ہے اس کا نام محمد ہے) ان شاء اللہ بیٹا ہوگا اور زندگی والا ہوگا' یہ عمل مجرب ہے' مگر حمل کے چار ماہ کے اندر یہ عمل چالیس دن تک کرے۔ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۲۴۳)

## چند فوائد جلیلہ

۱) حضرت علامہ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
بعض عارفین نے فرمایا کہ جو ماہ رمضان المبارک کے ہلال (پہلی رات کے چاند) کو دیکھنے کے وقت تین مرتبہ "سورۃ الفتح" پڑھے گا تو اللہ اس سال اس پڑھنے والے کے رزق میں کشادگی فرمائے گا۔ (الدر النظیم فی خواص القرآن العظیم ص ۱۲۲

۲) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ رحمۃ اللہ علیہ جملہ بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ کسی طاہر برتن میں پاک روغن زیتون لے کر اس پر انتیس (۲۹) مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اسے آگ پر ابال لیں پھر سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۴ اور سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ پڑھ کر اس پر دم کریں اور ٹھنڈا ہونے پر اس سے بیمار کی مالش کریں یا ان دونوں آیتوں کو لکھ کر پانی سے دھو لیں اور اس پانی کو روغن زیتون میں ملا کر اس سے بیمار کی مالش کریں یا بیمار کو بار ہا پلائیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جائے۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آیتیں تمام حروف معجم یعنی عربی کے کل اٹھائیس حروف تہجی پر مشتمل ہیں۔ (الرحمۃ فی الطب والحکمۃ ملخصا ص ۹۱)

نیز لکھتے ہیں۔

۳) کسی پاک برتن میں سورۃ الفاتحہ' سورۃ آل عمران آیت ۱۵۴' سورۃ الفتح آیت ۲۹ لکھ کر روغن زیتون سے دھو لیں اور اس سے مرگی کے مریض کی مالش کریں کہ اللہ کے حکم سے یہ (عمل) اسے افاقہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بیماری اس کی طرف پھر کبھی نہیں لوٹے گی۔ (الرحمۃ فی الطب والحکمۃ ملخصا ص ۱۹۳)

اللهم لك الحمد على كبريائك ولك الشكر على ما اسبغت على من نعمائك واسئلك باسمائك الحسنى ان تصلى وتسلم على سيّد الانبياء و كهف الورى وعلى آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين فاطر السموات والارض انت ولى فى الدنيا والآخرة توفنى مسلما والحقنى بالصلحين۔ (امين يا رب العلمين بجاه سيّد المرسلين)

# دعوت عمل

## حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فکر انگیز تحریر

میں عرض کروں گا کہ علماء دین و پیشوایان اسلام اب قدم اٹھائیں۔ گوشہ تنہائی سے نکلیں' اس لئے نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے' اس لئے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں۔ فقط...... اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو' اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش ہونے والی تجاویز کو وہ روک سکیں اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرے سے محفوظ رکھ سکیں جو قانون ایک دفعہ پاس ہو جاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اگر اسمبلی میں علماء کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو ساردا کا قانون پاس نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کے ممبر پہلے روز بیدار کر دیئے جاتے لیکن قانون پاس ہونے کے بعد جو کوششیں کی گئیں۔ وہ اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں' طبقہ علماء کا سیاسیات اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے' اس وقت گول میز کانفرنس اجلاس کر رہی ہے۔

ہندوستان کیلئے دستور حکومت تجویز ہے۔ ہر فرقے کے نمائندے وہاں پہنچ گئے ہیں' سب نے اپنے اپنے مطالبات کا ایک ایک مسودہ مرتب کر لیا ہے' ہر ایک اپنے مقاصد کا ایک نقشہ نظر کے سامنے رکھتا ہے لیکن ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ ہمارے طبقہ علماء نے آج تک اسکی طرف التفات نہ کیا جو جو مسودے تجویز ہوئے' ان پر نظر نہ ڈالی اور یہ نہ دیکھا کہ اسلام اور مسلمین پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے اور اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کی فلاح اور مذہب کی حفظ حرمت کیلئے کیا امور ضروری ہیں۔ جن کا موجودہ تجویزوں میں اضافہ ہونا چاہیے اور کونسی چیزیں قابل احتراز ہیں' جنگی مدافعت لازم ہے۔ ہندوستان کا تمام طبقہ علماء اس سرے سے اس سرے تک ساکت و خاموش ہے۔ انہوں نے اس پر نظر ہی نہیں ڈالی' کیا حیثیت دین سے یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے؟ گزشتہ کو چھوڑیئے' آئندہ کیلئے مستعد ہو جایئے اور جلد تر ایک نظر ڈالئے کہ دنیا کیا کر رہی ہے' مسلمانوں کے مستقبل کیلئے کیا تجویزیں درپیش ہیں' ان کے کیا نتائج ہوں گے' ضروریات کا اقتضا کیا ہے' پہلے جو کچھ رائے ہو اس سے ایک اجتماعی شکل میں اپنے نمائندوں کو باخبر کیجئے' پچھلی غفلت قابل افسوس ہے لیکن ابھی اور غفلت رہی تو کام قبضے سے باہر ہو جائے گا۔ جس طرح ممکن ہو صورت حالات پر اطلاع پانے کے بعد ایک مسودہ تجاویز مرتب کیجئے اور خواہ جلسوں میں ڈاک کے ذریعہ سے اس پر دوسرے علماء کی رائیں حاصل کر کے ایک نقشۂ عمل مرتب فرمایئے۔ کونسلوں کی کارروائیوں کو بھی دیکھئے اور ممبران کونسل کو جس امر میں توجہ دلانے کی ضرورت ہو انہیں زور کے ساتھ توجہ دلایئے۔ یہ بھی دیکھئے کہ ڈسٹرکٹ اور پرنسپل بورڈوں میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو جلد سے جلد مستعد ہو جانا چاہیے اور اگر جماعت علماء اس طرح میدان عمل میں آ گئی تو ان شاءاللہ العزیز اسلام اور مسلمین کی بہت بڑی حمایت ہو سکے گی' ستم ہے کہ جاہل' عالم نما عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو دھوکہ دیا جائے اور ان کی خود رائی و نفس پرستی کو علماء کی رائے قرار دیا جائے اور علماء کا پورا طبقہ کا طبقہ ساکت و خاموش بیٹھا یہ سب دیکھا کرے

تھا اس کے منہ میں زبان ہو نہ زبان میں حرکت، نہ ہاتھ میں قلم، نہ قلم میں جنبش۔ اب آپ کا یہ تقاعد، زہد وانکسار کی حد سے گزر کر غفلت و تکاسل کے دائرے میں آ گیا ہے اور اس انداز سکوت سے اسلام و مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہے ہیں۔ اب آپ اس عقیدے کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر یا ایک حلقہ میں درس دے کر یا خلوت خانہ میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور بدخواہان اسلام تخریب کیلئے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھیے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔ (ماخوذ از ماہنامہ السواد الاعظم، شمارہ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء ص ۶، ۷)

## مرکزی جماعت اہلسنّت (سکھر) کے زیر اہتمام میلاد مصطفیٰ ﷺ و دستار فضیلت کانفرنس

پنوعاقل مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان ضلع سکھر کے زیر اہتمام عظیم الشان گیارھویں سالانہ میلاد مصطفیٰ ﷺ و دستار فضیلت کانفرنس بمقام مدرسہ سلطانیہ صبغۃ الفیوض فقیر گوٹھ نزد سی ایم ایچ پنوعاقل میں زیر صدارت امیر اہلسنّت جانشین حضرت حافظ الملت پیر عبدالخالق قادری امیر مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان سجادہ نشین خانقاہ عالیہ بھرچونڈی شریف زیر سرپرستی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رحیم سکندری شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ درگاہ شریف حضرت پیر صاحب پگاڑا منعقد ہوئی۔ خصوصی خطاب جگر گوشہ سلطان العارفین صاحبزادہ پیر محمد خالد سلطان قادری امیر جماعت الصالحین پاکستان نے فرمایا اور اُردو میں خطاب قاری محمد شاہد اقبال نورانی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان ضلع اوکاڑہ نے کیا۔ خصوصی شرکت مفتی محمد شریف سرکی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان صوبہ سندھ اور صاحبزادہ پیر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی امیر مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان ضلع خیر پور میرس نے کی مہمانان گرامی پیر سیّد ضمیر حسین شاہ جیلانی نائب امیر مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان صوبہ سندھ اور میاں شفقت حسین سہروردی امیر مرکزی جماعت اہلسنّت سکھر ڈویژن اور پیر سیّد مرید کاظم شاہ بخاری امیر مرکزی جماعت اہلسنّت ضلع گھوٹکی تھے آخر میں مدرسہ سلطانیہ صبغۃ الفیوض کے چار طلباء کی حفظ کی دستار بندی ہوئی بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ کانفرنس کا انتظام فقیر میاں محمد سومرو سہروردی سکندری امیر مرکزی جماعت اہلسنّت پاکستان ضلع سکھر نے کیا۔

## مرکزی جمعیت علماء پاکستان ضلع گجرات کا اجلاس

مرکزی جمعیت علماء پاکستان ضلع گجرات کا ایک انتہائی اہم اجلاس رہائش گاہ علامہ قاری محمد حنیف جلالی ضلعی صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا محمد دین راجوری، حضرت صاحبزادہ اختر حسین اشرفی، حضرت قاری عطاء اللہ ضلعی جنرل سیکرٹری مرکزی جمعیت علماء پاکستان شیخ خالد بن منور، حضرت صاحبزادہ حسنات احمد جلالی، چوہدری مجید اللہ ایڈووکیٹ نے شرکت کی اور مورخہ ۱۷ اپریل کو سنی اتحاد کونسل کی طرف سے منعقدہ کانفرنس میں شرکت کیلئے لائحہ عمل تیار کیا گیا اور رابطہ مہم تیز کرنے پر زور دیا گیا۔ ضلعی قائدین ضلع کا دورہ کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کانفرنس میں شمولیت کیلئے آمادہ کریں گے۔ جمعیت کی طرف سے مشائخ عظام، علماء کرام اور عوام الناس سے اپیل کی گئی کہ وہ زیادہ سے زیادہ شرکت کر کے غیرت ایمان کا ثبوت دیں۔ اجلاس زیر صدارت صاحبزادہ اختر حسین اشرفی سٹی صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان لالہ موسیٰ منعقد ہوا۔

جے یو پی کے ۶۳ ویں یوم تاسیس کے حوالے سے خصوصی مضمون

# "آل انڈیا سنی کانفرنس سے جمعیت علماء پاکستان تک"

تحریر: ڈاکٹر محمد اسد اللہ حیدر

اسلام کی سربلندی کیلئے ہر دور میں حالات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر حکمت عملی وضع کرنا علماء و مشائخ کی منصبی ذمہ داری رہی ہے۔ یہ ذمہ داری احسن انداز سے بھاتے رہے ہیں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق بلند کرنے پر مامور کیا ہوا ہے۔ جہاں وہ کوئی کمزوری کوئی بھول یا گمراہی دیکھتے ہیں۔ اسے سیدھا کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

یہ وہی فریضہ ہے۔ جس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ اے لوگو! اگر میں صحیح راستے پر رہوں، کتاب وسنت کے راستے پر چلوں تو میری پیروی کرو اور اگر میں نہ چلوں تو مجھے چھوڑ دو، تو ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر تم صحیح راستے پر رہے تو تمہاری اتباع کریں گے اور اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس تلوار سے تمہیں سیدھا کریں گے، حکمرانوں سے اختلاف کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن علماء و مشائخ یہ فریضہ ادا کرتے رہے ہیں، حق و باطل کا ٹکراؤ ہمیشہ رہے گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی بھی اسی راستے کا بہت بڑا روشن مینار ہے۔

جب پہلی بار مغلیہ حکمران اکبر نے اپنے دور میں ہندو مسلم اتحاد کیلئے "دین الٰہی" پیش کیا تو اکابر اہلسنت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ میدان جہاد میں اترے اور اس سازش کو ناکام بنانے کیلئے برصغیر میں "دو قومی نظریہ" پیش کیا اور اس نظریہ پر کاربند رہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر سنی علماء نے نہ صرف انگریزوں کے خلاف جہاد کے فتوے دیئے بلکہ خود بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی جائیدادیں ضبط ہوئیں اور بعض کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ اسکے بعد سنی راہنماؤں نے مسلسل انگریزوں کے خلاف مسلمانان ہند کی راہنمائی کی۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا۔ ہندو مسلم اتحاد کی شدید مخالف کی، مسٹر گاندھی کی سربراہی کو مسلمانوں کیلئے معتر قرار دیا اور انگریزوں کی طرح ہندوؤں کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیا۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ مسلمان اپنی تنظیم بنائیں اور اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے ایک مسلمان سربراہ کی زیر قیادت جدوجہد آزادی میں حصہ لیں۔

اس وقت وہی علماء جو انگریز کو رحم دل گورنمنٹ کہتے تھے۔ دوبارہ میدان میں آئے اور ہندوؤں سے مل کر مسلمانوں کی ملی، سیاسی اور قومی زندگی کو متحدہ قومیت میں ضم کرنے کیلئے اکھنڈ بھارت کا نعرہ لگایا۔

یہ مسلمانوں کیخلاف خطرناک سازش تھی، اکابرین اہلسنت نے اس سازش کا مقابلہ کرنے کیلئے ۱۸۹۷ء میں پٹنہ میں سنی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ بصیرت نے ہندو کی شاطرانہ چال کو بھانپتے ہوئے، ہندو مسلم اتحاد کے اس طلسم

کوتوڑا اور واشگاف الفاظ میں "دوقومی نظریہ" پیش کیا۔ ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت میں ایک ملک گیر تحریک کا آغاز کیا۔

دوقومی نظریہ کے فروغ کیلئے علماء اہلسنت نے ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرادآباد میں ملک گیر سیاسی مذہبی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس کے امیر پیر سیّد جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف اور ناظم اعلیٰ صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی مقرر ہوئے۔ اس اجتماع میں ملک بھر سے تین سو کے قریب علماء و مشائخ شریک ہوئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے خطبہ استقبالیہ جبکہ صدارتی خطبہ شیخ المشائخ سیّد علی حسین شاہ اشرفی نے دیا۔ اس تنظیم نے دوقومی نظریہ کے فروغ اور قیام پاکستان کیلئے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۶ء تک اکیس سالہ مدت میں ۷ عظیم الشان سنی کانفرنسیں کیں اور اجلاسوں کا شمار نہیں۔

پہلی چار روزہ کانفرنس ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرادآباد، دوسری کانفرنس ۱۹۳۵ء میں بدایوں، تیسری کانفرنس ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء کو پھپھوند ضلع اٹاوہ، چوتھی تاریخ ساز چارہ روزہ کانفرنس ۲۷ تا ۳۰ اپریل کو بنارس، جس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ عوام اہلسنت نے شرکت کی، پانچویں کانفرنس مئی ۱۹۴۶ء کو شاہجہاں پور (یوپی) چھٹی کانفرنس ۸ جون ۱۹۴۶ء کو اجمیر شریف، ساتویں کانفرنس ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کراچی میں منعقد ہوئی۔

۱۷ جولائی ۱۹۴۵ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے ۳۵ ویں سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر آل انڈیا سنی کانفرنس یوپی کے صوبائی اجلاس میں صوبائی تنظیم کی صدارت کا قلمدان حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس اجلاس میں شریک علماء میں مبلغ اسلام فاتح یورپ، ایشیاء مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مولانا سیّد عارف اللہ شاہ میرٹھی، مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایوں، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری جیسی نمایاں شخصیات تھیں۔ (تحریک پاکستان میں علماء کا کردار)

برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی ملت اسلامیہ کے علیحدہ ملی تشخص کے بڑے علمبردار تھے۔ ۱۸۹۳ء میں جب ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اور اس کے منشور میں یہ بات سامنے آئی کہ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے دیکھ خدا کی رضا اور ناراضگی کا حال کھل سکتا ہے تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل ندوہ کے اس خیال کی سخت گرفت کی۔ ۱۸۹۷ء پٹنہ سنی کانفرنس میں دوقومی نظریہ پیش کیا اسے تحریری شکل میں "المحجۃ المؤتمنہ" کے عنوان سے ۱۹۲۰ء میں شائع کیا۔

☆ حضرت مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہند میں ہندو مسلم اکثریتی علاقوں میں الگ الگ ریاستیں بنانے کا تصور ۱۹۲۴ء میں دیا۔ (ماہنامہ مہر و ماہ لاہور جولائی، اگست ۱۹۷۸ء استقلال نمبر)

☆ حضرت مولانا مرتضیٰ احمد میکش نے پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان پر مشتمل ریاست کا قیام ۱۹۲۸ء میں دیا۔ (ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شوال ۱۳۵۰ھ)

☆ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے ۱۹۳۱ء میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔ (سواد الاعظم مرادآباد ج ا شمارہ ۶، ۱۹۳۱ء)

☆ جبکہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۰ء میں تقسیم ہند کا تصور پیش کیا، ۱۹۳۴ء میں قائداعظم لندن سے واپس ہندوستان پہنچے علامہ اقبال کی سوچ نے انہیں متاثر کیا۔

☆ قائداعظم نے دوقومی نظریہ کو ۱۹۳۸ء میں قبول کیا۔

## لمحہ فکریہ

یہ تاریخ کا کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو لوگ دوقومی نظریہ اور قیام

پاکستان کیلئے متحرک اول تھے' ان کا تاریخ میں نام نہیں اور بعد کے لوگوں کا ڈھنڈورہ پیٹا جارہا ہے بلکہ جن لوگوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور ہندو مفادات کیلئے کانگریس کے آلہ کار بنے' آج انہیں نصابی کتب میں ملک وملت کا ہیرو قرار دیا جارہا ہے۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اہلسنت وجماعت کی اکثریت نے ہی تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا اور اسی جماعت کے علماء ومشائخ نے قائدانہ کردار ادا کر کے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ایک آزاد وطن حاصل کرلیا۔ اسی طبقے کے لوگوں نے ملک وملت کے مفاد کیلئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' قربانیاں دیں اور جانوں کے نذرانہ پیش کئے' یہی طبقہ خاک وخون کے دریا عبور کر کے آزادی کی منزل پانے میں کامیاب ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں لٹے پٹے خاندان اور محب وطن پاکستانی' مسلمان دربدر ہوگئے اور مفاد پرستوں کا ٹولہ لوٹ مار میں متحرک ہوگیا۔

قربانی دینے والے مخلص لوگ مسلم لیگ سے غائب اور مقامی جاگیردار' مسلم لیگ پر مسلط ہوگئے۔ شاید اسی وجہ سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ ان کھوٹے سکوں نے ہی عوام کو بنیادی حقوق سے محروم کیا اور انہوں نے اپنے مفاد کیلئے درجنوں لیگیں بنا ڈالیں اور نظریہ پاکستان کو پس پشت ڈال دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی خواہشات کی تکمیل کیلئے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں ۲۶' ۲۷' ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملک بھر کے علماء کرام کا اجلاس بلایا گیا اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام بدل کر جمعیت علماء پاکستان رکھا۔ اس موقع پر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری' علامہ ابوالحسنات قادری' مولانا سید ابوالبرکات قادری' مولانا عبدالحامد بدایونی' شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی' مفتی احمد یار خاں نعیمی گجرات اور جید علماء کرام شریک تھے' اس موقع پر جمعیت علماء پاکستان کے درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔

صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ' نائب صدر شیخ المشائخ دیوان آل رسول علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف (مقیم پاکستان) نائب صدر دوم شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم مولانا سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کاکا خیل نائب ناظم دوم مولانا مرتضیٰ احمد میکش رحمۃ اللہ علیہ ناظم نشر واشاعت مولانا ابوالفیض قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عہدیداران مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید امانت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی اعجاز ولی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مولانا فیض الحسن درسی رحمۃ اللہ علیہ مولانا ناصر علی جلالی' مولانا سراج دین بہاولپوری' مولانا غلام جہانیاں قریشی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد' شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ وشوریٰ کے اراکین مقرر کئے گئے۔

ان علماء نے جمعیت کے قیام سے قبل مہاجرین کی آبادکاری کیلئے موثر کردار ادا کیا' جمعیت کے قیام کے بعد جہاد کشمیر میں حصہ لیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے ۲۲ نکات مرتب کر کے حکومت کو پیش کئے۔

جمعیت علماء پاکستان کا دوسرا تنظیمی وانتخابی اجلاس ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء کو دفتر جمعیت (اکبری منڈی) لاہور میں ہوا۔ اس موقع پر درج ذیل عہدیداروں کا چناؤ ہوا۔ سرپرست حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر شریف مقیم پاکستان) حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف) شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (سیال شریف) حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

(بھر چونڈی شریف) حضرت سیّد غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) حضرت میراں علی محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ (بسی شریف) حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) حضرت مولانا غلام مجدد رحمۃ اللہ علیہ سرہندی، مولانا محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آبادی) مرکزی صدر مولانا سیّد ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) نائب صدر تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) مولانا شیخ القرآن عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (وزیر آبادی) مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

نائب ناظم مولانا غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ (کاکا خیل) مولانا سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) مولانا محسن فقیہ الشامی رحمۃ اللہ علیہ ناظم نشر واشاعت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ، حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، محتسب مولانا سیّد منور علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مشیر قانون مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، مجلس عاملہ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام دین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی سیّد مسعود علی شاہ، فقیہ اعظم مولانا محمد ابوالخیر نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، میاں غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محبوب رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ملک محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ، اراکین مجلس شوریٰ ۳۵ تھے۔ جن میں مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی ظفر علی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد امین الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سیّد منظور احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال) شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علم الدین رحمۃ اللہ علیہ (اوکاڑوی) مولانا سیّد محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ گجراتی، مولانا سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات شامل تھے۔

مغربی پاکستان کے عہدیداران میں صدر صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر اوّل مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ (چشتیاں) مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ) اور ناظم عمومی مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے۔

تحریک جہاد کشمیر ۱۹۴۹ء کی قرارداد مقاصد ۱۹۵۴ء کے عبوری مسودہ آئین ۱۹۵۶ء کے آئین ۱۹۶۲ء کے ایوبی آئین اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جمعیت کی خدمات تاریخ کا ایک نا قابل فراموش باب ہے۔

۱۸ اپریل ۱۹۷۰ء کو علامہ سیّد ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے تمام گروپوں کا اجلاس زیر صدارت مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ہوا۔ جس میں صاحبزادہ فیض الحسن، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ گروپ، علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ تمام دھڑے ختم کر کے جمعیت علماء پاکستان کا نام سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان رکھ دیا گیا۔ اس کے کنوینر سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ جمعیت کے زیر اہتمام ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ میں سنی کانفرنس کرنے کا فیصلہ ہوا۔

مولانا عبدالحمید بھاشانی نے جب سوشلزم کی حمایت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک کانفرنس کی اور ٹوبہ کو گراؤ قرار دیا تو جمعیت علماء پاکستان ہی تھی جس نے سوشلسٹوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ ۱۹۷۰ء میں آل پاکستان سنی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں دس ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں سنی عوام نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نائب صدر مولانا سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ شہر کا

نام تبدیل کر کے دارالسلام رکھنے کی قرارداد پاس کی گئی اور قومی انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت کے آٹھ ایم این ایز منتخب ہوئے۔ ان میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ مولانا سیّد محمد علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ میاں محمد ابراہیم برق رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ نذیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ مہر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ بھروانہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی منتخب ہوئے۔ مارچ ۱۹۷۲ء میں جمعیت علماء پاکستان کو پنجاب میں منظم کرنے کیلئے خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کو کنوینر مقرر کیا۔ مولانا نیازی نے پنجاب بھر میں جمعیت کو منظم کیا اور ۱۹۷۳ء کو ملتان میں صوبائی کنونشن میں مولانا عبدالستار نیازی کو صدر پنجاب منتخب کیا گیا۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے اپنی علالت کی وجہ سے جمعیت کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قائم مقام صدر بن گئے۔ ۹ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال میں جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوا۔ اس میں سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد سے عاملہ وشوریٰ کے اراکین شریک ہوئے۔ اس کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

جمعیت علماء پاکستان نے پاکستان کے مستقل آئین کی تدوین، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں امام نورانی کی قیادت عوام اور علماء ومشائخ عظام نے عظیم کردار ادا کیا۔

ملک بھر میں جماعت اہلسنت کے پلیٹ فارم پر عوام اہلسنت کو منظم کرنے کیلئے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بعد دوسری بڑی آل پاکستان سنی کانفرنس ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر جماعت اہلسنت کے مرکزی امیر غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حاجی محمد فضل کریم کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان کا اہم کردار تھا۔ اس وقت جمعیت، جماعت اور جماعت جمعیت تھی یہی کامیابی کا راز تھا۔

۲۵، ۲۶ مارچ ۱۹۷۹ء کو رائیونڈ میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام تاریخ ساز کل پاکستان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شمع رسالت کے لاکھوں پروانوں نے شرکت کی۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس ملکی سیاست میں ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ اس کانفرنس نے واضح کر دیا کہ اہلسنّت کی قابل فخر مسلمہ اور غیر متنازعہ قیادت قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی ولولہ انگیز اور بابرکت قیادت میں عوام اہلسنّت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں۔ اہلسنّت کی واحد نمائندہ دینی وسیاسی جماعت، جمعیت علماء پاکستان عوام کے دلوں کی دھڑکن اور آنکھوں کا تارا بن چکی ہے۔

۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو موچی دروازہ لاہور میں جمعیت کی طرف سے عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں قائد اہلسنّت نے ولولہ انگیز اور پرمغز خطاب فرمایا۔

۱۹ تا ۲۷ ستمبر ۱۹۸۷ء تک پنجاب کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، سرگودھا، فیصل آباد، ملتان، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور میں کنونشن بعنوان "قائدین خادمین کی عدالت میں" ہوئے۔ قائدین جمعیت امام شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سیّد برکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جنرل (ر) کے ایم اظہر خان رحمۃ اللہ علیہ، جنرل (ر) ایم ایچ انصاری رحمۃ اللہ علیہ، کو کارکنوں کے سوالات کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۹۵ء میں یہود ونصاریٰ کے آقاؤں کے کہنے پر بینظیر

حکومت نے قانون توہین رسالت ﷺ میں ترمیم کرنا چاہی تو اس کیخلاف جمعیت علماء پاکستان نے ۲۷ مئی ۱۹۹۵ء کو ملک بھر میں مکمل پہیہ جام ہڑتال کروائی۔

۲۳ مارچ ۱۹۹۵ء ملی یکجہتی کونسل کا قیام جس کے سربراہ امام شاہ احمد نورانی چنے گئے۔ آپ کی قیادت میں ملی یکجہتی کونسل کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس اتحاد سے محرم کے مہینہ میں بالخصوص شیعہ دیوبندی فرقہ وارانہ فسادات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں جب پی سی او جاری ہوا تو اس میں اسلامی دفعات شامل نہ تھیں تو جمعیت علماء پاکستان نے اسکی مخالفت کرتے ہوئے ۱۹ مئی ۲۰۰۰ء کو تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر ملک گیر اور کامیاب ہڑتال کروائی۔ جنرل مشرف چین کے دورہ پر تھا۔ واپس آتے ہی ائیر پورٹ پر آئین اور اسلامی دفعات بحال کرنے کا اعلان کیا۔

۲۰۰۱ء میں متحدہ مجلس عمل کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا صدر امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو چنا گیا اور اس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے آپ کو قائد ملت اسلامیہ کا خطاب دیا گیا۔

۲۰۰۲ء کے الیکشن میں قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی سینٹ کے رکن اور سینٹ میں پارلیمانی لیڈر اور قائد حزب اختلاف منتخب ہوئے۔

۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات کو آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کے جنازہ میں کم و بیش ۱۸ لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔

## دعوت فکر

وکونوا مع الصادقین۔ (القرآن) اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

جس مشن کو صادقین پسند کرتے ہیں اسی مشن پر تمہیں بھی چلنا ہوگا، جس راہ کو صادقین پسند کرتے ہیں وہی سیدھا راستہ ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم۔ (القرآن)

وہ صراط مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔

یہ اللہ کا راستہ ہے مگر اس کے نشانات اللہ کے نیک بندے ہیں۔

فسئلو اھل الذکران کنتم لا تعلمون۔ (النمل)

یعنی اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے تابعین نے صحابہ کرام سے تبع تابعین نے تابعین سے آئمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام مسلم، امام حنبل، امام شافعی، امام بخاری نے صحابہ کرام، تابعین، تابعین تابعین سے، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آئمہ مجتہدین سے، پچھلے علماء نے پہلے علماء سے قرآن وسنت کے بارے میں پوچھا اور ان کی تقلید کی، یہی راستہ اپنانے والے سیدھے راستے پر ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہند لڑنیوالے ہمارے اکابرین علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدارسی، مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی، مولانا رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لیاقت علی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عنایت علی کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت کا راستہ اپنایا۔

جب ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند ہوا تو امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوقومی نظریہ پیش کیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ سید علی حسین شاہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوقومی نظریہ کے فروغ اور آزادی پاکستان

کیلئے قربانیاں دیں۔نہ بکے نہ جھکے۔

پاکستان بننے کے بعد مولانا سیّد ابوالحسنات قادری، غزالی دوراں سیّد احمد سعید کاظمی، خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی احمد یار خاں نعیمی، مولانا مفتی نور اللہ نعیمی، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی، دیوان سیّد آل رسول علی خاں اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہاری قیادت کی۔ اہلسنت کا وقار بلند کیا۔نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کیلئے نمایاں کردار ادا کیا۔نہ بکے نہ جھکے۔

قائد اہلسنت نے فرمایا۔

ہم بازار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں، ہمیں خریدنے والا کوئی نہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں!

کہ دنیا میں غلبہ اسلام ہو، فتنہ و فسادات سے نجات ملے، مساجد و مدارس اور خانقاہیں آباد ہوں، مسلمان عزت کی زندگی گزار سکیں تو پھر جمعیت علماء پاکستان کو منظم کرنا ہوگا کیونکہ ہمارے تمام مسائل کا حل نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں مضمر ہے۔

جمعیت علماء پاکستان اولیاء کرام کی جماعت ہے، جس نے استحکام پاکستان، نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔

## صاحبزادگان اور سجادگان سے اپیل

جمعیت آپکے بزرگوں کی جماعت ہے، یہ اب آپ کو آواز دے رہی ہے۔جمعیت کا پلیٹ فارم آپ کی جلوہ گری سے محروم ہے۔اگر پاکستان کا بننا آپ کے بزرگوں کی کرامت ہے تو اس کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کیلئے آپ کا کردار مطلوب ہے۔جمعیت علماء پاکستان آپ کے بزرگوں کا "عطیہ ہے"۔آپ اس کی رکنیت اختیار کر کے مشن کو تکمیل تک پہنچایے!

اگر آپ کے بزرگوں نے غلبہ اسلام کیلئے جماعت سے وابستگی کو پسند کیا۔تو آپ کیوں دیر کر رہے ہیں۔

آپ کے بزرگوں کا نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دس لاکھ سے زائد افراد نے شہادت قبول کی اور عدل و انصاف، خلفائے راشدین کے نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وعدہ وفا نہ ہوسکا۔آج پھر جمعیت علماء پاکستان قائد اہلسنت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی ایمان افروز قیادت میں نئے عزم سے سرگرم عمل ہے، آیئے! ان کا ہاتھ بٹایئے تاکہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ممکن ہوسکے۔

جمعیت علماء پاکستان کے نائب صدر صوبہ سرحد کے سابق گورنر جنرل (ر) کے ایم اظہر نے ایک مرتبہ کنونشن میں فرمایا تھ کہ جمعیت کو آپ کی ضرورت نہیں، مگر آپ کو جمعیت کی ضرورت ہے تاکہ قیامت کے روز کہہ سکیں کہ ہم بھی نظام مصطفیٰ ﷺ والو کے ساتھ تھے۔آپ اس سعادت سے محروم نہ رہیے۔

حضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔

**فمن فارق الجماعة قيد قوس لم تقبل منه صلا**

**ولا صيام واولئك هم وقود النار۔**

ترجمہ جو جماعت سے کمان کی مقدار الگ ہوگا۔اس کی نہ نم ہوگی اور نہ روزہ، ایسے لوگ آگ کا ایندھن ہیں۔

(خرجہ الطبرانی، والہیثمی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جماعت کے ساتھ آخری سانس تک وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

# تحریک پاکستان کے کون بانی کون مخالف ایک تحقیقی جائزہ

تحریر: محمد عدنان سعیدی رضوی

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ علماء اہلسنت کے قدسی گروہ نے ہر دور میں دین وملت کی عزت وآبرو کے تحفظ کیلئے دل وجان سے قربانیاں دیں۔ انہوں نے جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی اعلاء کلمۃ الحق کی آواز بلند کی اس پاداش میں انہوں نے تن من دھن کی بھی قربانیاں دیں۔ چنانچہ انہوں نے جابروں کے سامنے تختہ دار پر لٹک جانا تو قبول فرمایا مگر اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔

اگرچہ ہمارا موضوع تحریک پاکستان کے حوالہ سے ہے مگر اس تحریک کا آغاز ۱۸۵۷ء سے شروع ہوتا ہے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ہند کے ہیرو اور مجاہد کبیر رحمت ہادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کرام رحمۃ اللہ نے اپنے خون سے اس تاریخ کو لکھا ہے کہ حضرت رحمت ہادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک آزادی ہند میں بھرپور قربانیاں پیش کیں۔

حضرت رحمت ہادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی وطن خیرآباد میں پیدا ہوئے (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) آپ نسباً فاروقی مذہباً حنفی مسلکاً سنی اور مشرباً چشتی ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تینتیس واسطوں سے جاملتا ہے آپ نے حضرت سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہم اللہ سے شرف تلمذ طے کیا تیرہ سال کی عمر میں (۱۲۲۵ھ/ ۱۸۰۹ء) میں تعلیمات سے سند فراغت حاصل فرمائی سرسید احمد خان لکھتے ہیں

۱۸۵۵ء میں ایک پادری ریڈمنڈ نے مختلف لوگوں خصوصاً سرکاری ملازموں کو ایک گشتی چٹھی بھیجی۔

اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی ہے تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ایک ہوگئی مذہب بھی ایک ہونا چاہیے اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہو جاؤ۔

اسباب بغاوت ہند اور سرسید احمد خان (ص ۱۲۹ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی)

انگریزی مظالم بڑھتے چلے گئے مسلمانوں کو مساجد میں اذان تک دینے سے روک دیا گیا حتیٰ کہ ہنومان گڑھی کی جامع مسجد میں ۲۶۹ مسلمانوں کو عین نماز کی حالت میں شہید کر دیا گیا قرآن مجید کے پرزے پرزے کر کے پاؤں تلے (معاذ اللہ) روند گیا۔ مساجد میں داخل ہو کر سنکھ بجائے گئے اور تمام ترکاروائیاں انگریز افیسران کی موجودگی میں ہوتی رہیں اور وہ تماشا دیکھتے رہے حالات جوں کے جوں بگڑتے چلے گئے میرٹھ میں ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء میں کرنل اسمائتھ نے پریڈ کا حکم دیا کہ نئے کارتوسوں کا استعمال سکھایا جائے ہر پلٹن کے کچھ آدمی جمع کئے گئے لیکن ۹۰ آدمیوں سے ۴۹ مسلمانوں نے انکار کر دیا جسکی پاداش میں پابہ زنجیر کر کے دس دس سال کی قید بامشقت کا حکم دیا گیا ایسے حالات میں جبکہ انگریز کے زرخرید غلامان مسلمانوں کو سبق دے رہے تھے) مرزا میر شاہ دہلوی حیات طیبہ میں لکھتے ہیں۔

مولانا اسماعیل صاحب کلکتہ میں جب مولانا صاحب

نے جہاد کا واعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریز پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہے دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست انداز نہیں کرتے ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

(بلفظہ حیات طیبہ سوانح حیات حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید و حضرت مولانا سید احمد شہید مطبوعہ اسلامی اکادمی ص ۲۲۳، ۲۲۴) گویا مسلمانوں کو اتنے ظلم و ستم کے باوجود یہ حکم دیا جارہا ہے کہ انگریز کیخلاف جو آواز مسلمان اٹھائے گورنمنٹ (انگریز) کی حمایت میں اس کو دبا دینا فرض ہے اور انگریز تحفظ کی خاطر مسلمانوں کو معاذ اللہ لڑنا فرض ہے تو ایسے حالات میں خون فاروقی جوش میں آتا ہے حضرت رحمت ھادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جان کی بازی لگا کر مرد میدان بن کر سامنے آتے ہیں۔

۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو جنرل بخت خان روہیلہ سے ایک لشکر جرار لے کر دہلی پہنچے نظم و ضبط بحال کرنے کی کوشش کی دہلی کی جامع مسجد میں علماء کرام نے حضرت رحمت ھادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت فتویٰ جہاد مرتب فرمایا اور دیگر علماء اہلسنت نے اس پر اپنی تصدیقی مہریں ثبت فرمائیں۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں انگریز کیخلاف عام شورش بڑھ گئی اور بقول ذکاء اللہ دہلوی دلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئے انگریز نے بغاوت کے مقدمات درج کر دیئے۔ حتیٰ کہ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی مفتی مظہر کریم دریا آبادی اور حضرت رحمت ھادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جزیرہ انڈمان میں قید و بند کر دیا گیا حتیٰ کہ جزیرہ انڈمان سے ہی آپ کا جنازہ اٹھا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک طرف تو انگریز سے مخالفت کی بناء پر جزیرہ انڈمان میں کالا پانی کی سزا میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں اور دوسری طرف انگریزوں کے راحت یافتہ لوگ انگریز کے خلاف لڑنے والے مسلمانوں پر یہ ظلم ڈھا رہے ہیں کہ ان مسلمانوں کے خلاف جہاد فرض ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ظلم و ستم کی پاداش میں ہزاروں علماء اہلسنت کو تختہ دار پر چڑھا کر انگریز نے اپنے خلاف مزید نفرت کی فضاء پیدا کر دی بعد کے مسلمانوں نے کسمپرسی کی حالت میں جینا شروع کر دیا۔ مفاد پرست مسلمانوں نے انگریز کی چوکھٹ پر سر جھکایا اور ہندوؤں کی حاشیہ برداری میں فخر محسوس کرنے لگے۔

حضرات محترم یہ ایک (فکری اور سیاسی) بہت بڑا فتنہ تھا کہ جب برصغیر سے انگریزوں کو نکالنے کیلئے جدوجہد کی جانے لگی تو اس وقت ہندو مسلم ایک قومیت کا نعرہ بلند کیا گیا کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں اور ان کا ایک قوم ہونا اس لئے ہے کہ ایک ہندوستان کی سرزمین پر رہنے والے ہیں ان کا علاقہ ایک جبکہ اسلام نے قوم کا تصور علاقیت کی بناء پر جغرافیت کی بناء پر اور لسانیت کی بناء پر نہیں دیا تھا اسلام نے تو قوم کا تصور تو اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی نسبت کی بناء پر دیا تھا اگر علاقیت کی بناء پر قومیں استوار ہوتیں تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی سر زمین چھوڑ کر مدینہ تشریف نہ لے جاتے وہ جن سے نسل کا رشتہ نہ تھا قبیلے کا رشتہ نہ تھا جن سے علاقے کا رشتہ نہ تھا مذہب کا رشتہ نہ تھا انہیں قوم بنا لیا اسلام میں تو قوم دین پر استوار ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے فرماتے ہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

وانہٗ لذکر لک ولقومک یہ قرآن محبوب تمہارے لئے اور تمہاری پوری قوم کیلئے نصیحت ہے تو معلوم ہوا حضرات محترم کہ یہاں پر قوم جغرافیت کی بناء پر تشکیل نہیں پاتی یہاں تو قوم نسبت ایمان پر تشکیل ہوتی ہے ہندو ایک الگ قوم تھے مسلمان ایک الگ قوم تھے لیکن برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے نام پر انگریزوں کو نکالنے کے نام پر یہ اقدام بیشک بہتر اقدام تھا مطلوب تھا مقصود تھا مگر اس خیر کے پیچھے ایک بہت بڑا شر آرہا تھا کہ یہود و نصاریٰ سے چھٹکارا ہو اور ہندو سامراج اسلام پر مسلط ہو جائیں یہ فتنہ اسطرح اٹھا کہ بڑے بڑے علماء بڑے بڑے اہل فکر مسلمانوں کی مذہبی قیادت کرنے والے وہ ہندو مسلم وحدت قومیت کے فتنے کی یلغار میں اس طرح بہہ گئے کہ انہوں نے اپنے ماتھے پر کشکا لگایا اپنی چادروں کو ہندوؤں کی طرح باندھا ہندو لیڈروں کی ارتھیوں کو اٹھایا مسجدوں میں ہندوں لیڈروں کو لاکر تقریریں کروائی گئیں قرآن اور ہندوؤں کی کتابیں ملا کر مندروں میں لے جائی گئیں مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے سے روک دیا گیا کہ کہیں ہندو کی دل شکنی نہ ہو اسلام کے شعار منہدم ہونے لگے اور مل کر ہندو اور اسلام کے نعرے بلند ہونے لگے قرآن اور ہندو مذہب کے نعرے بلند ہونے لگے۔ الغرض وہ اکبر جس سے ٹکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لی تھی اس نے پھر برصغیر پاک و ہند میں سر اٹھایا اور ہندو مسلم بھائی بھائی کے فتنے نے سر اٹھایا' عزیزان محترم! یہ ایک بہت بڑا فتنہ تھا ان فتنوں کا سر کچلنے کیلئے ۱۸۵۷ء کے بعد اللہ نے برصغیر پاک و ہند کے اس دور اواخر میں جس مرد حق کو پیدا کیا جس مرد درویش کو پیدا کیا جس عاشق رسول ﷺ کو پیدا کیا جس مرد ولی کو پیدا کیا جس مرد عارف کو پیدا کیا جس امت مسلمہ کے محسن کو پیدا کیا اس کا نام امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے ان کے ایک ہاتھ میں وفائے دین کی وہ تلوار تھی کہ جس نے تنقیص و گستاخی رسالت کے فتنے کا سر کچل کر رکھ دیا اور ایک ہاتھ میں وہ تلوار تھی کہ جس نے ہندو مسلم وحدت قومیت کے فتنے کو کچل کے رکھ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تنقیص رسالت کے طوفان کے سامنے بند ڈالا کیونکہ طوفان تیزی کے ساتھ امڈ رہا تھا اور ہندو مسلم وحدت کے تصور کے طوفان کے سامنے بند ڈالا عزیزان محترم یہ وہ دور ہے کہ جب قائد اعظم کے ذہن میں بھی مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا کوئی تصور نہ تھا اور قائد اعظم محمد علی جناح بھی اس وقت ہندو مسلم ایک کا نعرہ بلند کرنے والوں میں شامل تھے یہ وہ دور تھا کہ علامہ اقبال بھی اس فتنے کی حقیقت سے آگاہ نہ تھے وہ بھی ہندو مسلم ایک قومیت کا نغمہ آلاپ رہے تھے وہ جنہوں نے مسلمانوں کو جداگانہ قومیت کا تصور دیا جنہوں نے الگ قومیت اسلامی کے تشخص کو ابھارا ابھی تک ان لوگوں کی نگاہ سے پردہ نہ اٹھا تھا اور کوئی مرد حق برصغیر پاک و ہند میں ایسا نہ تھا جو ہندو مسلم وحدت کے تصور اور فتنے کا پردہ چاک کر کے مسلمانوں کے جداگانہ قومیت کے تصور کو ابھار سکے۔ اس وقت برصغیر پاک و ہند میں ایک ہی آواز گونجی اور وہ آواز اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے ایک کتاب مرتب فرمائی۔ المحجۃ المؤتمنہ۔ اس کتاب کے اندر برملا یہ اعلان فرمایا کہ جہاں ہماری ٹکر اور دشمنی انگریز سامراج سے ہے وہاں ہندو سامراج بھی مسلمانوں کا اسی طرح دشمن ہے سو مسلمان نہ انگریز کا ساتھی ہے نہ ہندو کا ساتھی ہے۔ مسلمان ہندو کے ساتھی نہیں بلکہ اس کی قوم جدا ہے جداگانہ قومیت کا

تصور دینے والا برصغیر پاک و ہند میں صرف اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے مگر کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ آج جب ہم برصغیر پاک و ہند میں نظریہ پاکستان کی تاریخ لکھتے اور پڑھتے ہیں تو اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ان محسنین امت میں نہیں آتا کتنا بڑا ظلم ہے۔ چنانچہ یہ وہ پہلی کتاب اس موضوع پر لکھی گئی آپ نے ابوالکلام آزاد کیساتھ بحث کی مولانا عبدالباری فرنگی محلی کیساتھ بحثیں کیں مختلف علماء کے ساتھ اس فکری موضوع پر ٹکر لی مولانا شوکت علی خان ان کے پاس آئے تحریک خلافت کے مسئلے پر فرمایا مولانا میں بحالی خلافت کا مخالف نہیں ہوں۔ انگریزوں سے ہند کی آزادی کا مخالف نہیں ہوں اس میں آپ کا ہم نوا ہوں مگر میں اس سے بڑے فتنے کو دیکھ رہا ہوں کہ تم انگریز کی غلامی سے چھڑا کر ہندوؤں کی غلامی میں دینا چاہتے ہو مسلمان قوم رسول ہاشمی ﷺ ہے انگریز جائے اور مسلمان آزاد ہو جائے میرا نقطہ نظریہ ہے۔ ترک موالات کی تحریک کے خلاف علم بلند کیا اور آگاہ کیا کہ لوگو مسلمانوں کو سیاسی مالی اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے کمزور کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ فکر تھی یہ وہ سوچ تھی کہ آج نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان پر ہر مورخ اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۹۲۰ء کے بیان کردہ خیالات مبارکہ کی تائید و تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس فکر پر قیام پاکستان کی داغ بیل پڑی اس فکر کا نقشہ اول اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقش فرمایا اور اس کے نتیجے میں پھر جداگانہ قومیت کا تصور ابھرا اور اسی فکر سے متاثر ہونے والے مشائخ اور علماء نے جب قائد اعظم پلٹ کر اس فکر کی طرف آئے علامہ اقبال جداگانہ مسلم قومیت کے تصور کے داعی بن گئے اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اٹھ کھڑی ہوئی اس وقت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر مبارک سے متاثر ہونے والے مشائخ اور علماء نے قائد اعظم کے لشکر کے سپاہی بن کر پاکستان کے قیام کیلئے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

حضرت سیدی صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۱ء میں ہندوؤں کی تخریب کاریوں کے خلاف مسلمانوں کے تحفظ کیلئے۔ ترک موالات' کے عنوان سے ایک نہایت ہی علمی و شاندار مقالہ شائع فرمایا اور عملی طور پر اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کو آگے لے کر چلے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس کی صدارت خود اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور اس کانفرنس میں مسلمانوں کی آزادی اور دو قومی نظریہ و مسلمانوں کے مذہبی و معاشی حالات پر نظر ڈالی گئی۔ جس میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس آل انڈیا سنی کانفرنس کا خطبہ صدارت ''جمعیت علماء'' کے عنوان سے مطبع اہلسنت بریلی شریف سے مولانا ابراہیم رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے طبع کروایا جو کہ مطبوعہ موجود ہے اسی طرح آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء میں مراد آباد میں منعقد کی گئی جس کی صدارت حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی' جس میں لاکھوں مسلماتوں نے شرکت فرمائی اور آزادی تحریک کا خیر مقدم کیا۔ اس طرح دسمبر ۱۹۳۰ء میں حضرت علامہ اقبال مرحوم نے ایک تاریخی خطبہ الٰہ آباد میں دیا جو کہ قیام پاکستان کی اساس بنا اور اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والے کانگریسیوں کیلئے پیغام مرگ سے کسی بھی طرح کم نہ تھا۔ علامہ کی اس تجویز کے خلاف پروپیگنڈے کا بازار گرم کیا گیا تو علامہ اقبال کے اس پیغام کا سب سے پہلے خیر مقدم کرنے والے

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ میدان میں آئے اسی طرح آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۵ء میں زیر صدارت حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انعقاد کیا گیا۔ پھر ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء زیر صدارت حضرت ابوالحامد سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس سے لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو تحریک پاکستان کیلئے کمر بستہ کیا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے اسکا پرزور خیر مقدم فرمایا ان میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے آپ نے تحریر و تقریر سے تحریک پاکستان کی زبردست خدمت فرمائی اور اسی طرح حضرت امیر ملت سید جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کروڑوں روپے کی مالی اور لاکھوں افراد کی افرادی قوت سے اس تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔ اپریل ۱۹۴۶ء بنارس (انڈیا) میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں برصغیر کے پانچ تا چھ ہزار علماء اور لاکھوں افراد نے شرکت کی پاکستان کی اسلامی حکومت کیلئے لائحہ عمل بنانے کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں حضرت علامہ الشاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (والد بزرگوار امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف، حضرت پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی، فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت علامہ دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین اجمیر شریف، الحاج مصطفیٰ علی خان جماعتی میسوری ثم مدنی، حضرت ابوالبرکات سید احمد ناظم حزب الاحناف لاہور، مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمھم اللہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں۔

اس طرح ۱۹۴۶ء میں قرارداد پاکستان کے بھرپور حامی و قائد حضور غزالی زماں رازی دوراں حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت فرمائی اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر پاکستان کیلئے سعی مسلسل اور جہد پیہم فرما رہے تھے۔

۱۹۳۸ء میں الہ آباد میں صوبائی مسلم لیگ کانفرنس زیر صدارت بیرسٹر ظہور احمد آف الہ آباد منعقد ہوئی۔ جس میں فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے برملا فرمایا میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کرلیا ہے وہ اسے حاصل کر کے رہیں گے ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو ہم پاکستان چاہتے ہیں پاکستان کو حاصل کریں گے اور پاکستان کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ ہم مختصراً اپنے اس مقالہ میں بخوف طوالت علماء اہلسنت کے اسماء گرامی لکھ دیتے ہیں۔ جنکی خدمات آج بھی پاکستان کی تاریخ کا سرورق ہے۔

جناب حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ، مفتی غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرؤف دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شفیع داودی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام بیگ نیرنگ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا آزاد سبحانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا کرم علی رحمۃ اللہ علیہ ملیح آبادی، مولانا فرید احمد شہیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ جو صرف فرد واحد کا نام نہیں بلکہ ایک ایک جماعت کا نام ہے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

# تحریک آزادی ہندو پاک میں علماء اہلسنّت کا کردار

تحریر: ڈاکٹر محمد اسد اللہ حیدر نورانی

برطانوی انگریز نے متحدہ ہندوستان میں تجارت کی غرض سے ۱۶۰۰ء میں بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی، انگریز تاجروں کا ذہن سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف اور وہ اسی تاک میں اپنے دن گزارتے تھے کہ کسی طرح ملکی حکمرانوں اور باشندوں کے اختلافات کو ہوا دے کر اپنا مقصد حاصل کیا جائے۔ اپنی حکمت عملی کے مطابق انہوں نے کلکتہ اور کالی کاٹ بندرگاہوں کے قریب کالونیاں تعمیر کیں بعد ازاں یہ کالونیاں قلعوں میں تبدیل ہو گئیں۔

۱۶۴۴ء میں باٹون نامی ایک انگریز نے مغل بادشاہ شاہ جہاں کی لڑکی جہاں آراء بیگم کا علاج کر کے کمپنی کیلئے مزید مراعات حاصل کیں۔ ۱۷۵۷ء تک ان کی پالیسی، تجارتی اور نیم سیاسی رہی۔ ۱۷۵۷ء کے بعد انگریز سیاسی طور پر منظم ہونے لگے۔ نواب حیدر علی کے بیٹے مرد مجاہد سنی حنفی مسلمان سلطان ٹیپو ہندوستان کے واحد حکمران تھے۔ جنہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر پابندیاں لگائیں اور ان کو دی گئی تجارتی سہولتیں واپس لیں اور ان کی منافقانہ چالوں کو بے نقاب کیا۔ اس طوفان فرنگی کیخلاف سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئے، ٹیپو شہید کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں قرآن و سنت کو عملی طور پر نافذ کیا۔ اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے ٹکرا گئے۔ سلطان ٹیپو کو علماء اہلسنّت کی مکمل حمایت حاصل رہی۔ اپنے ہی وزیر اعظم میر جعفر کی غداری کی وجہ سے ۴ مئی ۱۷۹۴ء میں سلطان ٹیپو شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد کچھ لوگ انگریزوں سے مل گئے اور انہیں رفتہ رفتہ مختلف ریاستوں کے راجاؤں کی حمایت حاصل ہو گئی۔ انگریز، ہندو سرمایہ داروں اور مرہٹوں کا آپس میں گٹھ جوڑ تھا جس کی وجہ سے انگریز ایک فعال اور متحرک قوت بن کر ابھر آئے اور دو اڑھائی سو سال میں پورے ہندوستان پر ۱۸۶۱ء میں قابض ہو گئے، انگریزوں نے چونکہ اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا، اس لئے وہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن مسلمانوں کو ہی تصور کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو سرکاری محکموں سے کثیر تعداد میں نکال دیا اور انکی جگہ اپنے ہم خیال ہندوؤں کو بھرتی کر لیا۔ ۱۸۱۸ء میں بنگال کی ۹۰ فیصد زمین جن پر معاف تھا مسلمانوں کے پاس تھیں ان زمینوں کو ضبط کر کے ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ سرکاری ملازمتوں سے برطرف اور زمینوں سے بے دخل کر دینے کے بعد انگریزوں نے صنعت کاری سے سوتی، اونی اور ریشمی کپڑا اور روزمرہ استعمال کی اشیاء کے مقابلے میں انگلستان سے چیزیں درآمد کرنا شروع کر دیں۔ مسلمانوں کو معاشی طور پر تباہ کرنے کے بعد مذہبی طور پر مفلوج کرنے کیلئے فارسی کی بجائے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دے دیا۔ نظام تعلیم کو بدل دیا۔ عربی، فارسی قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم کو روکنے کیلئے دینی مدارس کی سرکاری گرانٹ بند کر دی گئی، اوقاف کی آمدن سے جو مدارس چل رہے تھے وہ آمدنی بھی روک دی گئی۔ تاکہ مدارس سے حق کی آواز بلند نہ ہو سکے۔

انگریزوں نے اپنے مذہب کی ترویج کیلئے دوسرا محاذ کھولا، اس محاذ کے سب سے اہم مورچے مشنری سکول تھے۔ جن کا نظام تعلیم پادریوں کے ہاتھ میں تھا۔ انگریز نے عیسائیت کے پرچار کیلئے خوبصورت عورتوں کو شہروں اور دیہاتوں میں پھیلا دیا، مسلمانوں

کے عقائد خراب کرنے کیلئے ہر طرح استعمال ہوئیں۔ پادری مقامی لوگوں کے اجتماعات میں بے خوف وخطر جاتے اور اپنے مذہب کی خوبیاں اور دوسرے مذاہب کی خامیاں بیان کرتے' انہیں حکومت کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ اپنے مذموم ومکروہ عزائم کی تکمیل کیلئے انگریزوں نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے خطرناک فارمولے پر عمل کا آغاز کیا۔ ہندوؤں میں مشہور کیا کہ سومنات مندر کو منہدم کر کے محمود غزنوی اس کا دروازہ اپنے ساتھ افغانستان لے گیا تھا۔ ہم اسے واپس لا کر پھر سومنات کی زینت بنائیں گے۔ ۱۸۴۲ء میں ایک دروازہ لایا گیا اور مشہور کیا کہ یہ وہی دروازہ ہے جسے محمود غزنوی ساتھ لے گئے تھے' اسکی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ دروازہ انگریزوں نے ہندو مسلم میں نفرت پھیلانے کیلئے خود تیار کروایا تھا۔ اس کے بعد پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اجودھیا کی رام جنم بھومی توڑ کر مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے اسکی جگہ پر ایک عالیشان مسجد کی تعمیر کروائی تھی۔ اس کی بھی تصدیق نہ ہو سکی' ہندو مسلم منافرت پھیلانے میں ناکامی کے بعد حکمرانوں نے خود ہی اسلامی تحریکوں کو کچلنے اور مساجد ومدارس کو منہدم کرنا شروع کر دیا۔

انگریز حکومت کا یہ دور عدل وانصاف' رعایا پروری کے بجائے جبر واستبداد' لوٹ' کھسوٹ کا دور تھا۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں کبھی بھی مداخلت نہ کی تھی' پرامن شہریوں کا قتل عام اور نہ ہی کسی قسم کی لوٹ مار کی۔ بلکہ مقامی لوگوں کو انصاف پسند اور مستحکم حکومت دی۔ رعایا کے دکھ سکھ کا پورا خیال رکھا گیا' اس کیلئے سڑکیں' پل اور سرائیں تعمیر کرائیں' عدالتیں قائم کیں اور حکومت کے کاروبار میں مقامی آبادی کو برابر کا شریک کیا۔ اس حقیقت پر سب کا اتفاق ہے کہ مسلمان تاجداروں نے ہندوستان پر غیروں' اجنبیوں یا دشمنوں کی طرح حکومت نہیں کی۔ بلکہ اپنا وطن سمجھتے ہوئے ہمیشہ اس کی ترقی کیلئے کوشاں رہے۔ ۸۰۰ سالہ مسلم دور حکومت میں نہ تو غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا گیا اور نہ انہیں بزور شمشیر مسلمان بنایا گیا۔ یہ مسلمانوں کا مثالی حسن سلوک تھا' جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمانوں نے لڑی نظام اسلام اور نظام عیسائیت میں واضح فرق عوام نے ملاحظہ کیا۔

جب عیسائی پادریوں کے جبر وتشدد' جھوٹے پروپیگنڈوں سے اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے' تو انہوں نے ہندوستانی فوجیوں کے مذہب پر حملہ کیا' سپاہیوں کو نئی رائفلیں دی گئیں۔ جن کے کارتوسوں پر سور اور گائے کی چربی لگائی گئی تھی۔ یہ چربی منہ سے اتار کر کارتوس کو رائفل میں بھرا جاتا تھا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا خیال تھا کہ یہ ان کی تذلیل کیلئے کیا گیا ہے۔ عیسائی بنانے کی یہ بھونڈی کوشش ہے' سپاہیوں کو اس سے سخت پریشانی ہوئی مگر انگریز کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ میرٹھ چھاؤنی میں ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء کو کرنل سائتھ نے پریڈ کا حکم دیا۔ اس پریڈ میں نوے آدمی شریک ہوئے' ان میں وہی کارتوس چربی والے تقسیم کیے گئے۔ نوے میں سے پچاسی آدمیوں نے لینے سے انکار کر دیا' ان میں پچاسی مسلمان باقی ہندو سپاہی تھے۔ حکم عدولی پر فوجی عدالت نے دس دس سال قید بامشقت کی سزا سنائی' وردیاں اتار لیں' بیڑیاں پہنا کر جیل میں بند کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع آناً فاناً ارد گرد چھاؤنیوں میں پہنچ گئی اور سپاہیوں میں اشتعال پھیل گیا' دوسرے دن سپاہیوں نے بغاوت کر کے اپنے ساتھیوں کو جیل توڑ کر نکال لیا' ان پچاسی آدمیوں کے ساتھ چودہ سو دیگر قیدیوں کو بھی رہائی مل گئی' یہ سب انقلابیوں سے مل گئے' اس واقع سے ہنگامے شروع ہو گئے' ابتداء میرٹھ چھاؤنی سے ہوئی۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو وہاں فوج نے بغاوت کر دی' انگریز فوج سے تصادم ہوا۔ جب یہ خبر دوسری چھاؤنیوں میں پہنچی اور وہاں بھی دیسی اور بدیسی فوجیں دست وگریبان ہو گئیں۔ ظالم حکمرانوں کے خلاف عوام بھی میدان میں کود پڑے' لکھنؤ' بریلی' کانپور' آگرہ' جھانسی اور دیگر علاقے میدان کارزار بن گئے۔ دیسی

...کی ظالم ومظلوم آپس میں ٹکرا گئے۔ میرٹھ کے مجاہدین ۱۱ مئی ...دہلی پہنچے اور بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت کا اعلان کر دیا' دہلی کی ...فوج اور مجاہدین ایک کمان میں اکٹھے ہوگئے' آزادی کیلئے انگریز ...سے ٹکراؤ ہوا' کئی انگریز افسر قتل ہوئے بھاگتی ہوئی انگریزی فوج ...نے بارود کے کارخانے کو آگ لگادی تاکہ یہ بارود مجاہدین کے ہاتھ ...نہ لگ جائے۔ شہر پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔ فوجی سپاہی اور مجاہدین اسلام ...گرد ونواح سے دہلی میں جمع ہونے لگے۔ ۲ جولائی کو بریلی سے ...جنرل بخت خاں' مولانا ڈاکٹر وزیر خاں' مولانا فیض احمد بدایونی اور ...ہزار مجاہدین کے ہمراہ دہلی پہنچے' جنرل بخت خاں نے دہلی کی ...جامع مسجد میں مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی سے ملاقات کی اور ...فتویٰ جہاد کیلئے عرض کی۔

امام المجاہدین مولانا فضل حق خیر آبادی نے سب سے پہلے ...دہلی کی جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع میں انگریزوں کے خلاف ...جہاد کا فتویٰ" دیا۔ آپ کے علاوہ اس فتویٰ پر ۳۳ علماء اہلسنت کے ...دستخط تھے۔ جن میں فیض اللہ دہلوی' مفتی صدرالدین آزردہ' مولانا ...فیض احمد بدایونی' مولانا سید مبارک علی شاہ رامپوری' مولوی عبدالقادر' ...مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ...فتویٰ شائع ہونے پر مسلمانوں میں جوش وخروش بڑھا اور دہلی میں ...جنرل بخت خاں کی قیادت میں نوے ہزار فوج جمع ہوگئی اور انگریزوں ...کے خلاف جہاد کیلئے عوام اٹھ کھڑے ہوئے۔ علماء کرام نے صرف ...فتوے جہاد ہی نہیں' بلکہ عملی طور پر بھی جہاد میں حصہ لیا۔ بہادر شاہ ظفر' ...جنرل بخت خاں روہیلہ' شہزادہ فیروز شاہ' نواب مجو خاں مرادآبادی' ...نواب جلال الدین اور نواب سعد اللہ خاں وغیرہ نے جو کچھ عسکری ...خدمات کئے ان کے پیچھے جن علماء اہلسنت کا ہاتھ تھا۔ جنہوں نے ...آزادی کی روح پھونکی ان میں مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی' ...مولانا فضل حق خیر آبادی' مولانا فیض احمد بدایونی' مولانا رحمت اللہ شاہ ...مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی' مفتی عنایت علی کاکوروی'

مولانا رحمت اللہ کیرانوی' مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی' مولانا وہاج الدین مرادآبادی' مولانا رضا علی خاں بریلوی' امام بخش صہبائی دہلوی' مولانا لیاقت علی الہ آبادی' منشی رسول بخش کاکوروی' غلام امام شہید' امیر مینائی' مفتی مظہر کریم دریا آبادی' منیر اور شکوہ آبادی وغیرہم علماء اہلسنت نے باقاعدہ علماء جہاد کمیٹی تشکیل دی۔ اس حقیقت سے بڑے بڑے مؤرخ بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکے کہ علماء کرام عوام میں بے حد مقبول تھے۔ ان کی تحریروں اور تقریروں میں بڑا اثر تھا۔ جب دہلی میں جنرل بخت خاں کی تحریک پر مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی اور دوسرے علماء کرام نے جو فتویٰ جہاد دیا تھا' اس سے مذہبی جوش وخروش بہت بڑھ گیا۔ جہاں سبز پرچم بلند ہوتا لوگ وہاں جوق در جوق جمع ہو جاتے تھے' یہی ایک طبقہ تھا جس نے ایک ملک گیر تحریک میں جنگ آزادی اور جہاد کا رنگ بھر دیا۔

دہلی میں بہادر شاہ ظفر کو ساتھیوں کی غداری کی وجہ سے شکست ہوئی' ۲۰ ستمبر تک انگریزوں کا دہلی پر مکمل قبضہ ہوگیا۔ جنرل بخت خاں دہلی میں ناکامی کے بعد اپنی فوج کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے' جہاں مولانا پیر احمد اللہ شاہ مدراسی انگریزوں کے خلاف برسرپیکار تھے' نصف لکھنؤ پر قبضہ کر لیا' مکمل کامیابی نہ ہونے اور جنگی حکمت عملی کے پیش نظر فیض آباد کا رخ کیا۔ وہاں مولانا مدراسی لڑتے ہوئے زخمی ہوئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ مریدوں نے فیض آباد جیل توڑ کر مولانا مدراسی کو رہا کروالیا۔ آپ نے دوبارہ فوج کو جمع کیا۔ جنرل بخت خاں کیساتھ ملکر انگریزوں کو شکست دی اور شاہجہاں پور کو فتح کیا۔ راجہ پوائن کی غداری کی وجہ سے مولانا مدراسی شہید ہوئے۔ انگریز حکومت نے آپکی شہادت یا گرفتاری پر پچاس ہزار روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔ راجہ پوائن بلدیو سنگھ نے پچاس ہزار انعام وصول کیا۔ آپ کے جسد خاکی کو انگریز حکومت نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا۔ آپ کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ آپ شہروں' دیہاتوں کے دورے پر جاتے تو دس

دس ہزار افراد جمع ہو جاتے۔ یہ بانگ دہل تقریروں میں کہتے کہ وطن اور مذہب کو بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ انگریزوں کا خاتمہ ہو۔ انہوں نے لکھنؤ' آگرہ' شاہجہاں پور کے عوام میں جذبہ جہاد بیدار کیا۔ شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ ان کی تلوار نے کبھی کسی بے گناہ کو مجروح نہیں کیا۔ انکے پیر و مرشد حضرت محراب شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حکم تھا۔ جس کی وہ آخری دم تک تعمیل کرتے رہے۔ امام آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''باغی ہندوستان'' میں آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مولانا کفایت علی کا کوروی رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ عالم فاضل خصوصاً طب' صرف و نحو اور ادب میں کمال حاصل تھا' زیادہ تر کلام نعتیہ ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سلطان نعت کہا کرتے تھے ہر جمعہ کو جہاد کی اہمیت پر وعظ کہتے تھے' فتویٰ جہاد کی تائید و تشہیر کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ آپ نے عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا۔ علماء جہاد کمیٹی کے رکن تھے' جنرل بخت خاں روہیلہ کی فوج میں کمانڈر کی حیثیت سے دہلی پہنچے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے' دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا' دہلی میں جب انگریز کو برتری حاصل ہوئی تو جنرل بخت خاں کے ہمراہ مراد آباد پہنچے' مراد آباد کے حاکم مجد الدین عرف مجو خان کی مدد کی اور اس کا مراد آباد پر مکمل کنٹرول حاصل ہو گیا تو مولانا کفایت علی کو صدر شریعت (جج) مقرر کیا۔ آپ نے شریعت کے مطابق مقدمات کے فیصلے کئے۔ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء کو جب مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مختلف مقدمات میں آپ کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ پھانسی کا حکم سن کر بہت خوش ہوئے اور مقتل کی طرف اپنا نعتیہ کلام جھوم جھوم کر پڑھتے چلے۔ مئی ۱۸۵۸ء کو مراد آباد جیل کے سامنے پھانسی دی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا فیض احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ جنگ آزادی کے نامور مجاہدین میں شامل تھے' عیسائیت کے مبلغ پادریوں سے مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی' مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے ہمراہ مناظر[ے] میں حصہ لیا۔ مصنف میزان الحق پادری فنڈر کے ساتھ ۱۰ اپر[یل] ۱۸۵۴ء کو مناظرہ ہوا۔ شکست کھا کر فنڈر ہندوستان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مولانا فیض احمد علماء جہاد کمیٹی کے رکن تھے۔ علامہ فضل حق خی[ر] آبادی نے جو فتویٰ دیا تھا اس پر بھی آپ کے دستخط تھے۔ آگرہ میں آپ نے انقلابیوں کی کمان سنبھالی۔ اس کے بعد اپنے پرانے ساتھ[ی] ڈاکٹر مولانا وزیر خان کے ہمراہ دہلی آ گئے اور دہلی میں جنرل بخت خاں' ڈاکٹر وزیر خاں کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے اور پیر احمد اللہ شاہ مدراسی کے ہمراہ معرکوں میں حصہ لیتے رہے۔ آپ نے معرکہ کنکرالہ' بریلی اور بدایوں میں حصہ لیا' بدایوں میں جنگ کے دوران شہزادہ فیروز کے ساتھ رہے۔ انگریز کا غلبہ ہونے پر آپ نیپال کی طرف چلے گئے۔

مفتی عنایت علی کا کوروی رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز عالم دین تھے۔ علماء جہاد کمیٹی کے رکن تھے' فتویٰ جہاد کی تشہیر کی نواب خان بہادر کی قیادت میں بریلی' رامپور کے معرکوں میں حصہ لیا۔ مفتی صاحب بریلی کے انقلابی گروہ کی مشاورت میں شامل رہے۔ جب انگریز[وں کا] تسلط ہوا تو آپ بریلی سے گرفتار ہوئے' کالے پانی کی سزا ہوئی اور جزیرہ انڈیمان بھیج دیئے گئے۔

مولانا رضا علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔ مجاہدین آزادی تحریک میں آپ [کا] نمایاں مقام ہے۔ جنگ آزادی کے وقت آپ کی عمر اڑتالیس سال تھی۔ آپ خان بہادر کے مشیر و سرپرست رہے۔ بریلی کے لوگ نہایت بہادر اور بے حد راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھے۔ ان میں مذہب کی محبت والہانہ حد تک پائی جاتی تھی۔ مولانا رضا علی خاں جنرل بخت خاں کی قیادت میں مراد آباد پر حملہ میں شریک ہوئے یہ حقیقت ہے کہ روہیل کھنڈ کے واحد مذہبی راہنما مولانا رضا [علی] خاں صاحب تھے' عوام مولانا کے بہت عقیدتمند تھے' اگر مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ جنگ آزادی کی سرپرستی نہ فرماتے تو جنرل بخت

اور خان بہادر خاں اس آزادی کی جنگ میں کوئی کردار ادا نہ سکتے تھے انگریز مولانا کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے تھے آپ کو ہر ممکن طور پر قتل کروانے کیلئے کوشاں رہے لہٰذا آپ کا سر قلم کروانے کو برطانوی جنرل نے ۵۰۰ روپے دینے کا انعام مقرر کر رکھا تھا جس میں انگریز کو کامیابی نہ ہوئی علماء اہلسنت نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا آپ اس میں شامل تھے۔ بریلی میں جہاد کمیٹی کے سرپرست تھے۔ بریلی میں مجاہدین کی سرپرستی فرماتے رہے اور مجاہدین کو گھوڑے اور راشن مہیا کرتے رہے۔ مولانا کو انگریز علامہ فضل حق خیرآبادی، امام بخش صہبائی، سیّد احمد اللہ شاہ مدارسی کی صف کا مجاہد آزادی تصور کرتے تھے۔ جنرل بخت خاں، خاں بہادر خاں اور حافظ رحمت خاں روہیلہ، مولانا رضا علی خاں بریلوی کی حمایت کے بغیر کوئی اقدام نہ کرتے تھے۔ آپ عمر بھر فرنگی اقتدار کے خلاف برسرپیکار رہے۔

مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد تھے۔ آپ عالم دین مفتی شرع متین حریت پسند تھے۔ انگریز کے اقتدار کے خاتمہ کیلئے علماء اہلسنت نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا، آپ بھی ان میں شامل تھے۔ علماء جہاد کمیٹی کے رکن تھے، انگریزوں کیخلاف جنگ کرنیوالے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے اور رسد پہنچانا آپکے ذمہ تھا، یہ ذمہ داری بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ درس و تدریس آپ کا مشغلہ تھا، اکیاون سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا وہاج الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر مولوی منو کے نام سے معروف تھے، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ مرادآباد میں امیر المجاہدین اور مولانا کفایت علی کاکوروی کے دست راست تھے۔ جنگ آزادی میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء کو آپ ہی کی سرکردگی میں جیل خانہ توڑا گیا۔ جب رامپوری کی فوج نے چڑھائی کی تو آپ نے ان کا مقابلہ کیا۔ جب انگریز کا دوبارہ تسلط ہوا تو انگریز نے ایک دستہ آپ کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا ان کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ شہید ہوئے۔

خواجہ محراب شاہ قلندر اپنے مریدوں کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے گوالیار میں شہید ہوئے۔ خواجہ قطب الدین چشتی دہلی، منشی رسول بخشی کاکوروی (دودھ) بابا نگاہی شاہ چنیوٹ، خواجہ منشی غلام حسین اور خواجہ سیّد عبدالغنی شاہ قادری ملتان، جنرل بخت خاں کے ساتھی مخدوم شاہ محمد قادری بدایوں میں لارڈ ہسٹنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان علماء و مشائخ کی جدوجہد سے ہی لوگوں میں آزادی کی تڑپ پیدا ہوئی اور انگریزوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، مسلمانوں کے دو ہی دشمن تھے۔ ایک انگریز اور دوسرا پوشیدہ ہندو سرمایہ دار طبقہ تھا، جس نے انگریز کیساتھ سازباز کر کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو ناکام بنایا۔ برصغیر میں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ اقتدار کیخلاف انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ سازباز تھی اور یہ دونوں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اقتدار چھین لیا جائے، انگریزوں نے مسلمان حکمرانوں کے خلاف جو کامیابیاں حاصل کیں وہ میدان میں داد شجاعت دیکر حاصل نہیں کی گئی تھیں بلکہ گھناؤنی سازشوں کے ذریعے انگریزوں نے اپنا مقصد پورا کیا۔ لیکن انگریز براہ راست خود سازش نہیں کرتے تھے۔ یہ کام انہوں نے ہندو بنئے کے سپرد کیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے ہمدرد بن کر ان میں میر جعفر اور میر صادق پیدا کرتے تھے۔ مجاہدین آزادی کو بے سروسامانی اپنوں کی غداری، ہندو بنئے کی مکاری کی وجہ سے ناکامی ہوئی، اس آزادی کی تحریک نے ملک کی سماجی، سیاسی، ادبی اور عوامی زندگی پر زبردست اثرات چھوڑے، آئندہ جدوجہد آزادی کیلئے تجربات ہوئے، تحریک کو قومی بنیادوں پر چلانے کی صلاحیت پیدا ہوئی، مگر انگریز نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد جو درندگی کا مظاہرہ کیا، اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

دہلی میں برطانوی سپاہیوں نے دکانیں، مکان، سٹور سب تباہ کر کے مال و اسباب لوٹ لیا اور انکے مالکوں اور مکینوں کو قتل کر

دیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی' عزت داروں اور غیور خواتین نے جنگوں میں چھپ کر اپنی عزتیں بچائیں بعض عورتوں نے اپنی عزت بچانے کیلئے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دیں۔ شہر میں قتل عام ہوا۔ سڑکوں پر لاشیں پڑی سڑ رہی تھیں۔ گدھ اور کتے نوچ رہے تھے۔ صرف دہلی میں ۲۷ ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی' زندہ مسلمان لیڈروں کو سور کی چمڑیوں میں سی کر کڑاہوں میں جلایا گیا۔ ایڈورڈسن کے مطابق دہلی میں پانچ سو علماء کو شہید کیا گیا۔

روہیل کھنڈ کے اضلاع میں پانچ ہزار علماء' بنگال میں ۸۰ ہزار مجاہدین آزادی ظلم و تشدد کا نشانہ بنے۔ انکے مکانات جلا دیئے گئے' جائیدادیں ضبط کر لیں' الہ آباد میں سات ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔ کانپور میں تقریباً دس ہزار افراد کو قتل کیا گیا' دیواروں اور فرشوں کو خون سے صاف کرنے پر جو انکار کرتا اسے کوڑوں کی سزا دی جاتی۔

جنگ آزادی کے مجاہدین اور شہداء کے ناموں کی فہرست دیکھیں تو اس میں ایک آدھ نام ہندو نظر آئے گا مثلاً مہارانی جھانسی باقی سب لوگ مسلمان علماء و مشائخ' مجاہدین اسلام اور مسلمان حکمران تھے۔ انگریزوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا لیکن کسی ایک ہندو کو پھانسی کی سزا نہیں دی گئی' انگریز فوج نے دہلی اور دوسرے مقامات پر سات دن تک قتل عام کیا اس میں بھی علماء و مشائخ اور مجاہدین کو چن چن کر قتل کیا گیا اور ہندوؤں کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔

مگر افسوس بعض متعصب تاریخ نگاروں پر جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حالات و واقعات کو حقائق کے برعکس پیش کیا۔ علماء اہلسنت کے عظیم کارناموں کو اجاگر کرنے کی بجائے انگریزوں کے خلاف مزاحمتی کریڈٹ فرنگی ایجنٹ کو دینے کی ناکام کوشش کی ہے' ان ایجنٹوں کا ایجنڈا تھا "سکھوں سے جہاد' انگریزوں سے مفاد" اس پالیسی کے نتیجہ میں سکھوں نے انگریز سے ملکر تحریک آزادی ہند اور تحریک آزادی پاکستان کے موقع پر جو بھیانک کردار ادا کیا۔ وہ سب پر واضح ہے۔ دیوبند کے سرتاج مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا کہ "بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی۔ انہوں نے کمپنی کا امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل حکومت کے سامنے بغاوت کا علم بلند کیا۔ (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کی رحم دل حکومت نے برصغیر پاک و ہند میں ظلم کے جو کارنامے سرانجام دیئے اس کو دیکھ کر تاریخ خون کے آنسوں روتی ہے۔ علماء سوٗ انگریز کے زرخرید قادیانی' جمعیت علماء ہند' احراریوں نے انگریز کی حمایت میں مجاہدین آزادی اور علماء اہلسنت کو پیر پرست' قبر پرست' بدعتی' مشرک' میلادی ملا کے طعنے دینے لگے۔ علماء حق چونکہ "انبیاء کے علم کے وارث ہیں" اس لئے انہوں نے اپنا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی رضا کیلئے ادا کیا' حصول آزادی کی اس جدوجہد میں لاکھوں جانیں گئیں' ہزاروں خاندان برباد ہوئے بعض علاقوں کے لوگ ایسے تتر بتر ہوئے کہ چند سال بعد یہ تمیز کرنا مشکل تھا کہ کون کہاں کا باشندہ ہے وہ لاکھوں انسان جنہوں نے آزادی کے چراغ کو اپنے خون سے جلایا بلاوجہ نہیں مرے ۱۸۵۷ء کے دردناک واقعات ہی نے انگریزوں کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا کہ ہندوستان کو ایسی لوگوں کی پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا جائے۔ مجاہدوں اور حریت پسندوں کا برصغیر پر سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ انہوں نے اپنی جانیں دے کر' گھربار لٹا کر اس سرزمین کو انگریز کے بے پناہ ظلم و ستم سے نجات دلائی' اگر بہادر شاہ ظفر' جنرل بخت خاں' مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی' مولانا سید احمد اللہ شاہ مدارسی' مولانا فیض احمد بدایونی' مولانا لیاقت علی' مولانا کفایت علی کاکوروی' علامہ فضل حق خیر آبادی' نواب مجدالدین مجو خاں مراد آبادی اور دیگر لاکھوں انسان تاریخ آزادی کو اپنے خون سے نہ سینچتے تو بیسویں صدی میں ایسے عالی ہمت لوگ کہاں پیدا ہوتے جو آزادی پاکستان کیلئے قربانیاں دیتے۔

جنگ آزادی میں ہندوؤں اور میر جعفر' میر صادق کی ملت

کے اقرار نے انگریزوں کیلئے جاسوسی اور سازشیں کیں، جب آزادی کا وقت آیا تو ہندو بنیا انڈین نیشنل کانگریس کے نام پر اور ملت کے میر جعفر، میر صادق قادیانی جماعت، جمعیت علماء ہند، مجلس احرار، خاکسار پارٹی نیشنلسٹ پارٹی کے نام پر ہندو سامراج کے مفاد کیلئے سرگرم ہو گئے۔ علماء اہلسنت کی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، قائد محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی دوررس نگاہوں نے اس امر کو بھانپ کر مسلمانوں کا دشمن صرف انگریز نہیں، ہندو بنیا بھی ہے، ان سے جان چھڑانا ہی بہتر ہے۔ تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو اس "انڈیا سنی کانفرنس" نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور کانگریسی مولویوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کانگریسی مولویوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ آزادی ہند ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد تھی۔ جھوٹ ہے نئی نسل کو حقائق سے بے خبر رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جدوجہد صرف مسلمانوں کی تھی۔ علماء اہلسنت کی عظیم اکثریت نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ لڑ کر پاکستان کی جنگ جیتی بنارس سنی کانفرنس جو ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں ۵۰۰۰ سے زائد علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام اہلسنت شریک ہوئے تھے، جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور کہا کہ ایسے موقع پر اگر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس تحریک سے دستبردار ہو گئے تو ہم علماء و مشائخ پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔

جب کانگریسی علماء قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر رہے تھے اس وقت علماء کرام میدان عمل میں نکل پڑے اور برصغیر بھر کے مسلمانوں کو متحرک اور منظم کر کے آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا، اگر علماء اہلسنت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم لیگ کی تائید وحمایت نہ فرماتے تو پاکستان کی منزل ابھی دور ہوتی تحریک پاکستان میں کلیدی کردار ادا کرنے والوں میں پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف، پیر محمد امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ مانکی شریف، پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف، پیر سید غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی، خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف، مولانا سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ محدث کچھوچھہ شریف، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی، شیخ الحدیث مولانا وقار احمد رحمۃ اللہ علیہ بیلی بھیتی، مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) مولانا تقدس علی رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خان بریلوی اور والد محترم قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ غلام سدید الدین تونسہ شریف، قائد تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہور، علامہ پیر محمد عبداللطیف زکوڑی شریف، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر سید فضل شاہ امیر حزب اللہ، مولانا ابوالبرکات سید احمد (حزب الاحناف لاہور) دیوان سید آل رسول سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، مولانا شاہ عارف اللہ قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سعید شاہ کاظمی، پیر غلام مجدد سرہندی، پیر محمد شاہ بھیروی، پیر سید محمد فضل شاہ جلالی، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر سینکڑوں علماء و مشائخ اہلسنت شامل تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس میں سید محمد احمد کچھوچھوی نے کہا اگر سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتائے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا؟ اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا۔

فتنہ ارتداد، شدھی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک آزاد کشمیر، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد کی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا مگر تحریک پاکستان کے دوران تمام علماء و مشائخ نے حصہ اپنے عقیدت مندوں کے میدان جہاد میں کود پڑے اور انہوں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر معرض وجود میں آنیوالے ملک کے حصول کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور پھر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مملکت خداداد پاکستان مل گئی۔

# مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: حکیم محمد حسین بدر

مولانا علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء کو اپنے آبائی وطن خیر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اپنی عالمانہ وجاہت وجلالت کے اعتبار سے برصغیر کے ان چند گنے چنے خاندانوں میں ایک تھا جو کئی صدیوں سے مسند علم پر متمکن چلا آرہا تھا۔ مفتی اعظم بدایوں شیخ بہاء الدین، شیخ ارزانی بدایوں اور ملا واعظ ہرگامی (اتالیق اورنگ زیب عالمگیر) کے علاوہ اس خاندان میں متعدد ہستیاں ایسی گزری ہیں۔ جنکے ذکر سے معقولات کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

آپ نسباً فاروقی، مسلکاً حنفی، مشرباً چشتی ہیں۔ سلسلہ نسب تینتیس واسطوں سے خلیفۂ راشد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں معقولات کے مستند عالم تھے۔ سر سید احمد، نواب صدیق حسن خان، مفتی صدر الدین آزردہ، صدر الصدور دہلوی ایسے اکابر فضلا نے ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اس وقت دہلی میں دو ایسی مثالی درس گاہیں تھیں۔ جنکی شہرت اکناف واطراف عالم میں پھیل چکی تھی اگر ایک طرف طلباء حدیث وتفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کرتے تو دوسری طرف منطق، فلسفہ اور علوم عقلیہ کی پیچیدگیوں کو حل کرانے کیلئے مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے نظر آتے۔ معقولات کی اس عظیم درس گاہ اور فیض علمی کا تذکرہ نادم سیتاپوری کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔

"مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں دہلی کے صدر الصدور (چیف جسٹس) تھے، انکی قائم کی ہوئی درسگاہ معقولات کی ایک ایسی یونیورسٹی تھی۔ جس کی مثال شاید ہی ہندوستان میں کہیں اور ملے۔ اس تعلیم گاہ میں فلسفہ اور منطق کے جو درس دیئے جاتے تھے۔ یہ انہیں کا صدقہ ہے کہ آج پاک وہند کے گوشے گوشے میں علوم مشرقی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں"۔

(غالب نام آورم صفحہ ۱۰۲)

## تعلیم وتربیت

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے صاحب علم وعمل گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جس کی نسلاً بعد نسل ابآً عن جدٍ علم وامارت دونوں میں امتیازی شان ضرب المثل بن چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ نے خاندانی روایات کے مطابق قرآن کریم سے آپ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اللہ نے علامہ کو ایسی ذہانت عطا فرمائی تھی کہ چار ماہ دس دن کی مختصر سی مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا پھر کتب درسیہ والد ماجد نے اس دلچسپی سے پڑھانا شروع کیں کہ گھر کے علاوہ ہاتھی اور پالکی پر بھی دربار آتے جاتے درس کا سلسلہ قائم رکھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم وفنون میں کمال حاصل کر لیا۔ علم حدیث کی سند حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے ادب تہ کیا۔ ۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل فرما کر سند فراغت حاصل کی۔

## ذہانت وفطانت

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حافظہ اور جودت طبع کا اندازہ تو اس سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے چار ماہ اور دس روز کی مدت میں قرآن کریم کو حفظ کرلیا تھا مگر پھر بھی تواتر سے ایسے واقعات صفحات تاریخ میں پائے جاتے ہیں جو آپکی ذہانت و فطانت پر شاہد وناطق ہیں۔

شاہ غوث علی قلندر پانی پتی کا بیان ہے کہ علامہ فضل حق نے زمانہ طالب علمی میں عرب کے مشہور شاعر امراء القیس کے قصیدے کی طرز پر ایک قصیدہ لکھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا، اسکے جواب میں علامہ نے اپنے شعر کے حق میں متقدمین کے بیس شعر پڑھ دیئے۔ آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت موجود تھے، وہ فرمانے لگے۔

بس ادب چاہیے۔

آپ نے عرض کیا، ابا جان! یہ کوئی علم تفسیر وحدیث تو ہے نہیں، فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"برخوردار! تم سچ کہتے ہو، مجھے سہو ہوا ہے"۔

اس قصہ سے جہاں علامہ کے کمال فن اور امتحان میں کامیابی کا پتا چلتا ہے، وہاں اساتذہ کی وسعت قلبی کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے بھی عجیب واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ردشیعہ میں "تحفہ اثنا عشری" لکھا۔ اس تحفہ نے بے حد مقبولیت حاصل کی، حتیٰ کہ ایران سے "میر باقر داماد" کے خاندان کا ایک متبحر عالم فریقین کی بہت سی کتابیں لیکر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے دہلی پہنچا۔ شاہ صاحب نے از راہ اخلاق انکے قیام کا مناسب انتظام کیا، شام کو علامہ فضل حق خیر آبادی درس گاہ میں پہنچے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر کیفیت معلوم کی، تھوڑی دیر حاضر رہ کر بعد از مغرب مجتہد صاحب سے ملاقات کی۔ مزاج پرسی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کردیا، مجتہد صاحب نے پوچھا، میاں صاحب زادے! کیا پڑھتے ہو؟

علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، شرح اشارات، شفا اور افق المبین وغیرہ دیکھتا ہوں۔ مجتہد صاحب بڑے حیران ہوئے اور بطور آزمائش "افق المبین" کی ایک عبارت کا مطلب پوچھا، علامہ نے نہ صرف مفصل مطلب بیان کیا بلکہ افق المبین پر متعدد اعتراض بھی کردیئے، مجتہد صاحب نے جواب دینے کی کوشش کی تو انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا اور اسکو جان چھڑانا مشکل ہوگیا۔ آخر علامہ نے اپنے اعتراضات کے جوابات ایسے معقول انداز میں دیئے کہ تمام ہمراہی علماء حیران رہ گئے۔ علامہ معذرت کرکے رخصت ہوئے اور جاتے ہوئے یہ بھی بتا گئے کہ میں شاہ صاحب کا ایک ادنیٰ شاگرد اور کفش بردار ہوں۔ صبح کے وقت شاہ صاحب نے مہمانوں کی خیریت دریافت کرنے کیلئے آدمی بھیجا تو پتا چلا کہ وہ آخر شب ہی دہلی سے جاچکے ہیں۔ شاہ صاحب پریشان ہوئے کہ اتنی دور سے آنے والے مہمان خاموشی سے کیوں چل دیئے۔ جب اصل واقعہ کا انکشاف ہوا تو علامہ پر اظہار خفگی فرمایا کہ مہمانوں کیساتھ ایسا سلوک نہیں چاہیے تھا، وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے تھے، ہم خود ان سے نمٹ لیتے۔

ان دو واقعات سے صرف اس مقصد کا اظہار مطلوب ہے کہ تحصیل علم کے زمانہ ہی میں جس شخص کی قابلیت اور قادر الکلامی کا یہ عالم تھا تو بعد میں وہ علم وفن کے کس مقام پر پہنچا ہوگا۔

## درس وتدریس

گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ دہلی میں اس وقت ایسی درس گاہیں تھیں، جن کی شہرت اکناف واطراف میں دور دور تک پھیل چکی تھی، ہر دو درس گاہوں میں علوم عقلیہ ونقلیہ کے علیحدہ

علیحدہ درس دیئے جا رہے تھے' تفسیر' حدیث اور منقولات کے طلباء حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کرتے اور حکمت' منطق' فلسفہ اور معقولات کی پیاس حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس سے بجھائی جاتی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ التحصیل ہوئے تو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مسند درس کو زینت بخشی۔ تیرہ برس کی عمر اور مسند تدریس پر رونق افروزی' عجیب سا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ حلقہ درس میں معمر و صاحب ریش و بروت تلامذہ اور قدماء کی کتابیں زیر درس

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اور پھر تو آپ فضل حق بھی خوب ٹھہرے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صاحب فضل و کمال اور نہایت سطوت و جلال کے مالک علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ شب و روز تدریس میں منہمک رہے' بجز اس کے ان کی زندگی کا کوئی مقصد اور مشغلہ ہی نہ تھا کہ لوگ ان کے پاس آتے اور یہ انہیں معقولات کی تعلیم دیتے۔ اس عظیم دل و دماغ اور فہم و ذکاء کی مالک شخصیت کے پیش نظر شہرت اور دنیاوی جاہ وجلال کا حصول نہیں تھا' امارت تو آپ کے گھر کی لونڈی تھی' امراء' وزراء تو آپکے والد ماجد کی خدمت میں خود سلام کیلئے جھک جاتے تھے' اس سے منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ درس و تدریس کے مشغلہ کو آپ نے خاندانی نصب العین کے مطابق اپنایا اور اس ساری جگر کاوی کا معاوضہ آپ نے صرف رضائے الٰہی کی صورت میں چاہا۔

## والد ماجد کا احترام

ابتدائے تدریس میں آپ ایک مرتبہ ایک کند ذہن' غلیظ اور طینت طالب علم پر بگڑ گئے' وہ روتا ہوا آپ کے والد ماجد کے پاس پہنچا اور شکایت کر دی۔ آپ کو بلایا گیا' آپ آئے اور دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ والد ماجد نے ایک تھپڑ اس زور سے رسید کیا کہ دستار دور جا پڑی' پھر فرمانے لگے:

''تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا' ناز و نعم میں پرورش پائی' جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا' طلبہ کی قدر و منزلت تو کیا جانے' اگر مسافت کرتا' بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی' طالب علم کی قدر ہم سے پوچھ' خبردار! تم نے اگر آئندہ طالب علموں سے کچھ کہا''۔

آپ چپ چاپ کھڑے روتے رہے' کچھ دم نہ مارا' خیر بات رفع دفع ہو گئی اور آپ نے پھر کبھی کسی طالب علم سے کچھ نہ کہا۔

ذرا اندازہ لگایئے' طلباء کے سامنے مدرس کی اس طرح پٹائی' مگر والد ماجد کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے زبان کو حرکت تک نہ دی اور پھر والد ماجد کے ارشاد گرامی کو ہمیشہ سر آنکھوں پر رکھا۔

مولانا رحمٰن علی صاحب تذکرہ علماء ہند میں اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''میں نے ۱۲۶۴ھ میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جبکہ ان کی عمر باون سال کی تھی' بمقام لکھنؤ تفریح کے وقت بھی ایک طالب علم کو افق المبین کا درس اس خوبی سے دیتے دیکھا کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے''۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ ۱۳ سال کی عمر سے مسند تدریس کو زینت بخشنے والی شخصیت نے بڑھاپے کے عالم میں بھی اپنے محبوب نصب العین کو سینے سے لگائے رکھا۔

## تلامذہ

دار السلطنت دہلی میں معقولات کا یہ عظیم ادارہ چار دانگ عالم میں شہرت حاصل کر چکا تھا' عرب' ایران' بخارا' افغانستان کے علاوہ تمام عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تشنگی عالم کا درماں کرتے۔ ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس برس درس دیا' حکومتی و ریاستی عہدے بھی مشغلہ'

درس میں حائل نہ ہوئے۔ اس لئے آپ کے فیض یافتگان کی تعداد کا شمار ناممکن ہے۔ کاش کوئی قریب زمانے میں علامہ کے تلامذہ کی فہرست مرتب کر لیتا۔ ہزاروں شاگردوں میں سے چند تلامذہ جو علم وفضل کے درخشندہ ستارے اور اپنے وقت کے امام الفن کہلائے۔ حسب ذیل ہیں۔

پیکر فضل وکمال شمس العلماء صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیر آبادی' مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری (استاذ مولانا سید سلیمان اشرف' سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و مولانا امجد علی اعظمی' صاحب بہار شریعت) ادیب شہیر مولانا فیض الحسن سہارن پوری (استاذ علامہ شبلی نعمانی) مولانا جمیل احمد' مولانا سلطان احمد بریلوی' مولانا عبداللہ بلگرامی' مولانا عبدالقادر بدایونی' مولانا شاہ عبدالحق کان پوری' مولانا ہدایت علی بریلوی (استاذ مولانا فضل حق رام پوری) مولانا غلام قادر گوپالی (سبط مولانا فضل امام) مولانا خیرالدین دہلوی ھیم کرنی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

## خصائص وخصائل

مولانا محمد میاں اپنی کتاب "حادثہ بالاکوٹ" میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خصائص' اخلاق وکردار' معمولات اور عادات کریمہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"علامہ کو قرآن کریم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا' صبح وشام تلاوت قرآن کریم آپکے معمولات کا ایک حصہ بن چکی تھی' ہر ہفتے قرآن کریم ختم کرتے' حافظ قرآن تو تھے ہی' چاہتے تو ہر دوسرے دن ختم ہو جاتا مگر آداب تلاوت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔ ایک معقولی اور قرآن کریم سے یہ محبت' واضح کر رہی ہے کہ آپ کو دین مصطفیٰ ﷺ سے اتنی ہی محبت تھی جیسی کہ ایک محدث کو ہوتی ہے۔ آپ نے حکمت وفلسفہ کو بطور دفاع کے استعمال کیا۔ جیسا کہ آپ کی بلند پایہ تصانیف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ الحاد ودہریت کے پجاریوں کی امیدوں پر آپ نے پانی پھیر دیا اور اس مرد حق آگاہ نے حکمت وفلسفہ کو بطور ڈھال استعمال کیا"۔

مولانا عبدالشاہد شروانی لکھتے ہیں۔

علامہ بڑے فیاض اور رحم دل واقع ہوئے تھے' دوسروں کی تکلیف ان کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ دادودہش کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا' دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ ایک بار حکیم مومن خان مومن سے کسی بات پر ناخوش ہو کر مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو دوسرے وقت ان کے یہاں جا کر انہیں منالائے۔ آپ کی فیاضی اور بزرگوں کے احترام کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ شاہ غوث علی' شاگرد حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے قیام کے دوران میں نظر پڑ گئے' ان کا سرائے میں قیام تھا' علامہ نے بے انتہا اصرار سے اپنے پاس ٹھہرانے کی کوشش کی لیکن شاہ صاحب اپنے مخصوص وظائف کے باعث تخلیہ کے خوگر تھے' آمادہ نہ ہوئے تو علامہ نے مالک سرائے سے کہلا بھیجا کہ شاہ صاحب کے تمام مصارف کا بل ہمارے پاس آئے اور جس قدر بھی خرچ ہو' ان سے کچھ طلب نہ کیا جائے۔

علامہ نے اپنے احباء ورفقاء کی معاونت کی نئی نئی صورتیں پیدا کیں' آپ کے مخلص احباب میں مرزا اسداللہ خاں غالب سب سے زیادہ ضرورت مند تھے۔ ان کی کسمپرسی آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی' چنانچہ آپ نے نواب سید یوسف علی خاں والئی رام پور سے غالب کے تعلقات استوار کرائے اور مستقل طور پر وظیفہ جاری کروا دیا۔ اس احسان مندی کا تذکرہ غالب کے مکاتیب وغیرہ میں بالتفصیل پایا جاتا ہے۔

## بہادر شاہ ظفر کی عقیدت

علامہ کو جب دہلی سے نواب فیض محمد خاں والئی جھجر نے انتہائی قدردانی کے ساتھ اپنے پاس بلایا تو دہلی سے جھجر کی طرف آپ کی روانگی کا منظر بڑا عجیب تھا' وقت کے ولی عہد سلطنت مرزا ابوظفر بہادر شاہ کی عقیدت ومحبت دیدنی تھی' وہ اپنا ملبوس دوشالہ علامہ

کو اوڑھا رہے ہیں اور بوقت الوداع آب دیدہ عرض گزار ہیں۔

"چوں کہ آپ جانے کو تیار ہیں، میرے لئے بجز اس کے چارۂ کار نہیں کہ میں بھی اس کو منظور کرلوں، مگر خدا علیم ہے کہ لفظ وداع زبان پر لانا دشوار ہے"۔

## سخن فہمی

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جملہ علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے، شعر گوئی کی طرح سخن فہمی میں بھی کمال حاصل تھا، خیر آباد جو علماء وصلحاء کا مرکز چلا آ رہا تھا۔ وہاں کی مردم خیز زمین نے بڑے بڑے نامور شعراء کو بھی جنم دینے کا فخر حاصل کیا۔

باغی ہندوستان کی روایت کے مطابق علامہ کی صاحبزادی بی بی سعید النساء بھی بڑی شاعرہ تھیں، حرماں تخلص فرماتیں، حضرت مضطر خیر آبادی انہی کے صاحبزادے تھے، جو اپنے وقت کے نامور شاعر تھے۔ خیر آبادی کی علمی وادبی فضاء نے اس آخری دور میں وسیم، کوثر، ریاض، بسمل، نیر اور اختر جیسے صاحب دیوان وباکمال شعراء پیدا کئے، جنہوں نے خیر آباد کی شان کو چار چاند لگا دیئے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب وطن مالوف سے دہلی پہنچے تو وہاں بھی یہی رنگ دیکھا۔ دار السلطنت دہلی ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی کاملین فن کا مرکز تھا۔ ولی عہد سلطنت صاحب عالم (ابو ظفر بہادر شاہ کی شعر وسخن سے دلچسپی نے دہلی کو اور بھی رشک آسمان بنا دیا تھا۔

علامہ محکمہ ریذیڈنٹ کے سررشتہ دار ہو چکے تھے، ولی عہد سے دوستانہ مراسم تھے قلعہ میں آمد ورفت رہتی تھی، بڑے بڑے کہنہ مشق شاعر مولوی امام بخش صہبائی، علامہ عبداللہ خان علوی، حکیم مومن خان مومن، مفتی صدر الدین خان آزردہ، مرزا اسد اللہ خان غالب، نواب ضیاء الدین خان نیر، شاہ نصیر الدین نصیر، شیخ محمد ابراہیم ذوق، حکیم آغا خان عیش، حافظ عبدالرحمٰن خان احسان، میر حسن تسکین اور خدا جانے کتنے سخن وران باکمال کا جمگھٹا تھا۔ جب یہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہوں گے تو آسمان کو بھی رشک آتا ہوگا۔ (باغی ہندوستان ص ۸۲، گل رعنا ص ۳۱۲ بحوالہ باغی ہندوستان ص ۸۶)

## تصانیف

علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یقین نہیں آتا کہ آپ نے داخلی وخارجی مصروفیات اور مشاغل کے باوجود کس طرح متعدد قابل قدر کتابیں لکھیں۔ جنہیں اہل علم نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مختلف علوم وفنون پر آپ کی چند کتب کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حاشیہ قاضی مبارک (۲) حاشیہ افق المبین (۳) تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (۴) قصائد فتنۃ الھند (۵) ھدیہ سعیدیہ (۶) امتناع النظیر (۷) الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود (۸) الثورۃ الہندیہ (وغیرہ)

موخر الذکر کتابیں تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب و عوامل، مجاہدین آزادی کی کارگزاریوں، وجوہ ناکامی اور اس سلسلے میں خود علامہ کو پیش آنے والے مصائب وآلام پر مشتمل ہیں۔

مولانا امداد صابری اپنی کتاب "۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء" میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی کل جنگ آزادی یا کسی صوبہ وضلع کی جنگ آزادی پر جو کتابیں اس وقت لکھی گئیں۔ "الثورۃ الھندیہ" کے علاوہ انگریز کے منشاء وایماء ان کی پالیسی کے مطابق لکھی گئیں۔ ان میں مجاہدین وجانثاران وطن کی قربانیوں اور شخصیتوں کا ارادۃً حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مسخ کیا گیا۔

(مجاہد شعراء ص ۴۹)

## جنگ آزادی کا آغاز

انگریز، تاجر کے بھیس میں وارد ہندوستان ہوئے اور اپنی روایتی مکاری سے آہستہ آہستہ ہندوستان کے بہت بڑے حصہ پر قابض ہو گئے اور والیان ریاست کو بے دست وپا کر کے رکھ دیا۔

پھر اسی پر اکتفانہ کیا' بلکہ اہل ہند کیخلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا جال پھیلانا شروع کردیا' طاقت کے نشہ میں دیگر مذاہب' خصوصاً مذہب اسلام کیخلاف محاذ کھول دیا' پادری کھلے بندوں' ہسپتالوں' چوراہوں اور اجتماع کے دیگر مقامات پر کھڑے ہو کر اپنے مذہب کا پرچار کرتے' اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی ذات اقدس پر رکیک حملے کرتے' ایسی باتوں سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا لازمی امر تھا۔ دین و مذہب کی چاشنی ہندوستانی مسلمانوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی' وہ ہر ذلت برداشت کرسکتے تھے' لیکن دین مبین کی توہین اور نبی ﷺ کی شان میں تنقیص کسی بھی صورت برداشت نہ کرسکتے تھے۔ ان کی دیدہ دلیری اس حد تک پہنچ گئی کہ ۱۸۰۰ء میں پادری ریڈمنڈ نے مختلف لوگوں' خصوصاً سرکاری ملازموں کو ایک گشتی چٹھی بھیجی' جس میں لکھا تھا:

"اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہوگئی ہے' تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی' ریلوے سڑک سے سب جگہ آمد ورفت ایک ہوگئی' مذہب بھی ایک چاہیے' اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ"۔

(اسباب بغاوت ہند' از سرسیّد)

مسلمانوں کو مساجد میں اذان تک دینے سے روک دیا گیا' حتیٰ کہ ہنومان گڑھی کی جامع مسجد میں ۲۶۹ مسلمانوں کو عین نماز کی حالت میں شہید کردیا گیا۔ قرآن کریم کے پرزے پرزے کرکے پاؤں تلے روندا گیا' جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو کر سنکھ بجائے گئے اور یہ تمام کارروائی انگریز آفیسر کی موجودگی میں عمل میں لائی گئی اور وہ تماشہ دیکھتے رہے۔

ایسے بے شمار واقعات اور ذلیل ہتھکنڈوں کی وجہ سے ہر حساس دل میں اضطراب کی لہر اٹھ رہی تھی' لیکن یہ سوچ کر آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا کہ ہمارے پاس نہ حکومت ہے' نہ منظم قوت' بادشاہ دہلی کے اختیارات سلب کئے جاچکے ہیں' لکھنؤ کے نواب واجد علی کو معزول کردیا گیا ہے' ایسے حالات میں ظالم و جابر قوت کا مقابلہ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ مسلمانوں کے سامنے اپنا حسین ماضی تھا' سرزمین ہند پر سات سو سال تک حکمرانی کرچکے تھے' تین سو سال تک سلاطین مغلیہ تخت حکومت پر متمکن رہ چکے تھے۔

ہر شخص ایسی پس و پیش میں تھا کہ اچانک چربی والے کارتوسوں کے واقعے نے جلتی پر تیل کا کام کیا' ان کارتوسوں میں سور اور گائے کی چربی استعمال ہوتی تھی اور کارتوس کو استعمال کے وقت دانت سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس خبر نے ہندو اور مسلمان دونوں کو مشتعل کردیا' انگریزوں نے صبر و تحمل اور حکمت عملی سے کام لینے کی بجائے جبر و تشدد کی راہ اختیار کی۔

میرٹھ میں ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء کو کرنل اسمائتھ نے پریڈ کا حکم دیا کہ نئے کارتوسوں کا استعمال سکھایا جائے' ہر پلٹن کے کچھ آدمی جمع کئے' لیکن نوے میں سے پچاسی سپاہیوں نے کارتوس لینے سے انکار کردیا' جن میں انچاس مسلمان اور چھتیس غیر مسلم تھے۔ ان پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا' پابہ زنجیر کرکے دس دس سال قید بامشقت کا حکم سنایا گیا۔ اس پر سپاہیوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا' ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء اتوار کے دن' جب انگریز گرجے گئے ہوئے تھے' سپاہیوں نے اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کیلئے جنگ آزادی کا اعلان کردیا اور جیل خانہ توڑ کر انہیں رہا کیا اور میرٹھ سے دہلی روانہ ہوگئے۔ ادھر بعض شر پسندوں نے میرٹھ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' انگریزوں کے بنگلوں کو جلایا اور ان کو قتل کیا۔ فوج نے دہلی پہنچ کر بہادر شاہ ظفر کو اپنا سربراہ بنالیا اور انگریزوں کے خلاف محاذ کھول دیا۔

## فتوائے جہاد اور گرفتاری

۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو جنرل بخت خان روہیلہ بریلی سے ایک لشکر جرار لے کر دہلی پہنچے' نظم و ضبط بحال کرنے کی کوشش کی' دہلی کی جامع مسجد میں علماء نے فتویٰ جہاد مرتب کیا' دہلی کے جن اکابر علماء نے فتوے پر اپنے دستخط اور مہریں ثبت کیں' ان میں سر فہرست مولانا

مفتی صدرالدین آزردہ، صدرالصدور دہلی کا بھی نام آتا ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ ایسا سلیم الفطرت اور ملت اسلامیہ کا صحیح درد رکھنے والا انسان اس تحریک سے کس طرح علیحدہ رہ سکتا تھا؟ گو آپ ابتدائے جہاد کے وقت الور میں تھے مگر ملکی صورت کی نزاکت کے پیش نظر مختلف مقام سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے اس وقت فتوئ جہاد کا اتنا زور نہ تھا۔ عمائدین شہر سے ملے، ان میں دو گروہ تھے، ایک بادشاہ کا ہم نوا، دوسرا حکومت کمپنی کا بہی خواہ۔ نوجوانوں کا جائزہ لیا، ہنگاموں کی حالت دیکھی، ہر ایک طلب زر کا متمنی، مگر ایک ہستی ایسی بھی تھی جو ایک مقصد کو لئے ہوئے جان پر کھیل رہی تھی، وہ گروہ مجاہدین کا تھا، ان کے ہم نوا روہیلہ تھے۔ یہ لوگ جنرل بخت خان سردار روہیلہ کی زیر کمان تھے، مولانا کی خبر سن کر جنرل بخت خان ملنے آئے، ملاقات ہوئی، چنانچہ مولانا نے آخری تیر ترکش سے نکالا، جمعہ کے روز جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی، استفتاء پیش کیا، اب اس فتوئ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی۔ بقول ذکاء اللہ دہلوی

دلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی......

مجاہدین دیوانہ وار کمپنی کی فوج سے مقابلہ کرنے لگے، مگر ملک و ملت کے غداروں کے باعث کمپنی کی فوج دلی پر قابض ہوگئی اور اس کا اقتدار قائم ہوگیا۔ مرزا مغل گولی کا نشانہ بنے، بادشاہ قید کئے گئے، جنرل بخت خان اپنی فوج اور توپ خانہ نکال لے گئے۔ بادشاہ سے کہا آپ میرے ساتھ چلئے، مگر وہ زینت محل اور مرزا الٰہی بخش کے ہاتھ میں تھے، آخر جنرل بخت خان نے لکھنؤ کا راستہ لیا۔ ڈاکٹر وزیر خان اور مولانا فیض احمد بدایونی وغیرہ بھی لکھنؤ چلے آئے، مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ وطن پہنچے۔ متسلط حکومت برطانیہ نے باغیوں پر مقدمے دائر کئے، اس لپیٹ میں مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ بھی آئے۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتوئ جہاد کی پاداش اور جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہو کر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔ مقدمہ چلا، فیصلہ کیلئے جیوری بیٹھی، ایک اسیر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا، وکیل سرکار کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے، بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کرتے اور خود ہی مثل تار عنکبوت توڑ دیتے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر دنگ تھا، جج نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا، وہ مولانا کی عظمت اور تبحر علمی سے واقف تھا، وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں۔

مقدمہ کا آخری دن تھا، مولانا نے اپنے اوپر جس قدر الزام لئے تھے، ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے۔ جس مخبر نے فتوئ کی خبر کی تھی اس کے بیان کی تصدیق وتوثیق کی اور فرمایا:

"وہ فتوئ صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے"۔

(باغی ہندوستان ص ۱۵۱، ایسٹ انڈیا کمپنی ص ۵۳، باغی علماء)

جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، مخبر نے عدالت کا رخ اور علامہ کی بارعب و پروقار شکل دیکھ کر شناخت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا کہ یہ وہ مولانا فضل حق نہیں، وہ دوسرے تھے۔ گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہاء متاثر ہو چکا تھا، مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جایئے، خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے۔

"وہ فتوئ صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے"۔

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود
گیدڑوں کی زندگی پر موت کو ترجیح دے
شیر بن، آزاد ہو اس میں ہے شان زندگی

علامہ علیہ الرحمہ کے اقرار وتوثیق کے بعد گنجائش ہی کیا باقی رہ گئی تھی، بے حد رنج کے ساتھ عدالت نے حبس دوام بہ عبور دریائے

شور کا حکم سنایا۔ آپ نے کمال مسرت اور خندہ پیشانی سے سنا۔ آخرش جزیرہ انڈیمان روانہ کر دیئے گئے۔

## وصال

علامہ جزیرہ انڈیمان پہنچے، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی اور دوسرے مجاہد علماء وہاں پہلے پہنچ چکے تھے، ان علماء کی برکت سے یہ بدنام جزیدہ دارالعلوم بن گیا۔ ان حضرات نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ وہاں بھی قائم رہا۔ خرابی آب وہوا، تکالیف شاقہ اور جدائی احباب واعزہ کے باوجود علمی مشاغل جاری رہے۔ مفتی صاحب نے علم الصیغہ جیسی صرف کی مفید کتاب، جو آج تک داخل نصاب ہے، وہیں لکھی۔ تواریخ حبیب اللہ اپنے تاریخی نام کے ساتھ بھی اس دور کی یاد تازہ کر رہی ہے۔

علامہ نے بھی کئی مفید تصانیف لکھیں۔ انہیں میں الثورۃ الھندیہ اور قصائد فتنۃ الھند ہیں۔ یہ رسالہ اور قصائد جہاں تاریخی ہیں، وہیں عربی ادبیت کے بھی بلند پایہ شاہکار ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ اور ان کے ساتھیوں کو کیا کیا تکالیف اٹھانا پڑیں اور انڈیمان میں کیسے ذلت آمیز برتاؤ سے سابقہ رہا، الثورۃ الھندیہ اور قصائد میں اس کا مفصل ذکر موجود ہے۔

مولانا عبدالشاہد شروانی "باغی ہندوستان" اور مفتی انتظام اللہ شہابی "ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء" میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ جب جیل میں تھے تو وہاں کا ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ جو مشرقی علوم سے واقف اور فن ہیئت کا ماہر تھا، اس کی پیشی میں ایک سزا یافتہ مولوی صاحب بھی تھے، اپنی ایک فارسی کتاب ہیئت ان کو دی کہ اس کی عبارت صحیح و درست کر دیں، مولوی صاحب سے تو کام نہیں چلا، علامہ نئے نئے گئے تھے، ان کی خدمت میں کتاب پیش کر کے تصحیح کی گذارش کی۔ علامہ نے نہ صرف عبارت درست کی بلکہ مباحث میں بہت کچھ اضافہ کر کے حاشیہ پر بہت سی کتب کے حوالے لکھ دیئے۔ یہ کتاب جب مولوی صاحب سپرنٹنڈنٹ کے پاس لیکر گئے، وہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا، کہنے لگا، مولوی صاحب! تم بڑے لائق آدمی ہو مگر جن کتابوں کے حوالے ہیں اور ان کی عبارتیں نقل کی ہیں، یہاں کہاں ہیں؟ مولوی صاحب مسکرائے اور اصل واقعہ علامہ کا کہہ سنایا، وہ اسی وقت مولوی صاحب کو لے کر بیرک میں آیا، علامہ موجود نہ تھے، کچھ دیر انتظار کے بعد دیکھا کہ ٹوکرا بغل میں دبائے چلے آ رہے ہیں۔ وہ یہ ہیئت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا، معذرت کے بعد کلرکی میں لے لیا۔ گورنمنٹ میں سفارش بھی کی مگر زندگی میں رہائی کی نوبت نہ آ سکی، قید میں رہتے ہوئے ہی اس جہان فانی سے ۱۲ صفر المظفر ۱۲۷۸ھ بمطابق ۱۸۶۱ء ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہائی حاصل کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

آہ! آفتاب علم وعمل دیار غربت میں غروب ہو گیا۔ باقی ہندوستان کی روایت کے مطابق اب تک مزار مرجع انام اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اہل قلم اور مناظرین حضرات متوجہ ہوں

حوالہ جات کیلئے دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات والی دار العلوم دیوبند (بھارت) کی چھپی ہوئی نایاب کتب خریدنے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ نیز بریلی شریف کے چاندی پر کندہ شدہ تعویذات اور انگوٹھیاں بھی دستیاب ہیں۔

روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل داتا دربار لاہور
0323-4084467☆0344-4996495

# حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان

تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا

برصغیر پاک و ہند کے ظلمت کدوں کو نورِ اسلام سے منور کرنے کیلئے صوفیائے کرام کا کردار ہمیشہ باعث صد افتخار رہا ہے۔

یہ صوفیائے کرام چونکہ خود شریعت محمدی ﷺ کی عملی تفسیر اور عظمت ایمان و یقین کی فکرافروز تنویر تھے اس لئے ان کا انداز تبلیغ اس قدر متاثر کن اور طریق رشد و ہدایت اس قدر فکرافروز تھا کہ جو ان کے پیغام کو سنتا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کے دام محبت کا اسیر ہو جاتا۔ ان اولیائے کبار اور صوفیائے عظام نے ہر نازک مرحلہ پر اُمت مسلمہ کی راہنمائی کا حق ادا کیا۔ معاملہ تزکیۂ قلوب کا ہو یا اصلاح احوال کا' اپنے ارادت مندوں کی فکری و نظری راہنمائی کا مرحلہ ہو یا کفر و اسلام کی آویزش کا سلسلہ' ان فرزندانِ اسلام نے ہر دور میں اپنی روحانی بصیرت اور ایمانی صلاحیتوں کی بدولت سفینۂ اسلام کی اس طور ناخدائی کی کہ انسانی قلوب و اذہان مسخر ہوتے گئے اور اسلام کی روشنی سے ماحول کے ظلمت کدے ہی نہیں بلکہ دلوں کے تاریک ایوان بھی جگمگانے لگے۔

امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ان صوفیائے عظام میں ہوتا ہے جو علمی لحاظ سے اسلاف کی یادگار اور عملی لحاظ سے دنیائے ایمان کا افتخار تھے۔ آپ ایک بے مثال فقیہ' نامور محدث' صاحب تدبر قائد' علم و عمل کی عظمتوں سے بہرہ ور روحانی پیشوا اور بیشمار انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے شیخ طریقت تھے۔ آپ کی صلاحیتوں کا ایک زمانہ معترف تھا' جس طرف بھی گئے' اپنی خداداد روحانی و نظری صلاحیتوں کے نقوش جاوداں ثبت کرتے گئے۔ آپ کی کس کس صفت خاص کا تذکرہ کیا جائے' رب دو عالم نے آپ کو کتنے ہی خصائص عالیہ اور اوصاف حسنہ سے نواز رکھا تھا۔ آپ علم و حکمت کا ماہِ تاباں تھے اور ایک زمانہ مدتوں آپ کے فیض و برکات سے مستفیض ہوتا رہا۔ اس وقت درج ذیل مضمون میں ہمیں تحریک پاکستان کے حوالے سے آپ کے یادگار کردار کا تذکرہ مقصود ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نے جب اسلامیانِ ہند کی راہنمائی کیلئے میدانِ عمل میں آنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت مسلمان سیاسی اور سماجی طور پر بے پناہ محرومیوں کا شکار تھے۔ سات سمندر پار سے آنیوالے سفید فام انگریز آقا برصغیر پاک و ہند کی قسمت کے مالک بن بیٹھے تھے۔ پوری دنیائے اسلام میں سے بیشتر مسلمان ممالک یا تو سامراجی طاقتوں کے غلام تھے یا انکی پالیسیاں غیر ملکی سامراجیت کی مصلحتوں کی اسیر تھیں۔ برصغیر پاک و ہند پر انگریز کے طویل دورِ حکومت نے آہستہ آہستہ اسلامیانِ ہند کے دلوں سے احساسِ زیاں ختم کرنا شروع کر دیا تھا مگر پھر بھی آزادی کے متوالے تھے کہ موت کی ابدی شاہراہوں پر دیوانہ وار رقص کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کو برطانوی تسلط سے آزادی دلانے کیلئے مختلف ادوار میں کئی تحریکات نے جنم لیا۔ تحریک خلافت' تحریک مسجد شہید گنج' مجلس اتحاد ملت' سمیت کتنی ہی تحریکات تھیں جو عشاق رسول کریم ﷺ کے خون کا نذرانہ لے کر تاریخ آزادی کا بیش بہا سرمایہ بن گئیں اور آزادی

کی روشن راہوں کے مسافر یہ عزم لئے پروانہ وار شمع حریت پر نثار ہوتے گئے کہ:

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

ان ادوار میں لیلائے آزادی کی محبت کا دعویدار کوئی بھی حریت پسند خود کو ان تحریکات سے علیحدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ حضور امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی نگاہِ دور بین یہ دیکھ رہی تھی کہ یہی تحریکات جو ظلماتِ کفر کے خاتمے کیلئے منظر عام پر آ رہی ہیں ایک دن یقیناً تحریک پاکستان کے عظیم نصب العین میں ڈھل جائیں گی اسلئے آپ نے انگریزی استبدادیت کے خاتمے اور سامراجی عزائم کی قلعی کھولنے کیلئے نہ صرف ان تحریکات کو کامیاب بنانے کیلئے مکمل اور بھرپور تعاون کیا بلکہ آزادی و حریت کے ہراول دستے کے قائد کی حیثیت سے فرزندانِ حریت کی ہر مقام پر درست اور صائب راہنمائی فرمائی۔

اسلامیانِ برصغیر آپ کو اپنا روحانی ہی نہیں بلکہ فکری و نظری راہنما تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۵ء میں راولپنڈی میں منعقد ہونے والی ایک عظیم الشان کانفرنس میں آپ کو اتفاق رائے سے امیر ملت منتخب کر لیا گیا۔ اس کانفرنس میں برصغیر کے ہر شہر سے مشائخ و علماء اور قومی سطح کے تمام قابل ذکر مسلم سیاسی قائدین جمع ہوئے تھے۔ آپ کا یہ انتخاب بلاشبہ اس امر کی دلیل تھا کہ زمانہ آپ کو قیادت و سیادت کا حق دار تصور کر رہا تھا۔ آپ کو بھی اپنی قائدانہ ذمہ داریوں کا بخوبی احساس تھا۔ اسلئے آپ زندگی بھر اسلام دشمن قوتوں کے خاتمے اور برطانوی سامراج سے آزادی کے حصول کیلئے پوری ایمانی تب و تاب کے ساتھ کوشاں رہے۔

پاکستان بلاشبہ اولیائے عظام کا فیضان ہے۔ سنی مشائخ و علمائے کرام نے اس کے حصول کی خاطر جو لازوال قربانیاں پیش کی ہیں وہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق پر زریں الفاظ کی صورت میں فروزاں رہیں گی۔ حضرت سیدی امیر ملت محدث علی پوری کے علاوہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں، حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف، حضرت پیر فضل شاہ جلال پور شریف، مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سید غلام بھیک نیرنگ، حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، حضرت مولانا ابوالحامد سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت سید پیر غلام محی الدین گولڑہ شریف، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، حضرت خواجہ نظام الدین تونسہ شریف، مولانا سید احمد سعید کاظمی، حضرت خواجہ غلام سدید الدین تونسہ شریف، مولانا محمد عارف اللہ میرٹھی، صاحبزادہ محمد شاہ گجراتی، مولانا مفتی صاحبداد خاں، حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف، مولانا امجد علی اعظمی سمیت کتنے ہی مشائخ و علماء تھے، جو تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مدتوں کوشاں رہے۔ کس کس کا نام لیا جائے یہاں تو بے شمار نام ہیں جو تاریخ کے یادگار البم میں شہرت دوام کی خلعت زیب تن کئے اپنے بھرپور وجود کا احساس دلا رہے ہیں۔ ان تمام مشائخ و علماء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی ذات والا صفات مہر منور کی صورت آزادی و حریت کے اُجالے بکھیرتی نظر آتی ہے۔

کوئی بھی تحریک اپنے ساتھ مختلف عوامل لیکر چلتی ہے۔ یہ عوامل اپنی اپنی جگہ جامعیت کے حامل ہونے کے باوجود بالآخر ایک انتہائی جامع تحریک میں ڈھل جاتے ہیں۔ تحریک پاکستان کو ان عوامل کے حوالے سے دیکھا جائے تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ مختلف محاذوں پر قیادت و سیادت اور قربانی و ایثار کا مظاہرہ کرتے

ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ عوامل یا قومی وسیاسی محاذ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی قائدانہ صلاحیتوں کے امین اور ان کی ایمان افروز یادوں کے پاسدار ہیں۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر جو عوامل کارفرما تھے وہ یہ تھے:

اولاً: ان تمام سیاسی وقومی تحریکات سے تعاون کیا جائے جو عظمت اسلام کی نقیب اور انگریز و ہندو سمیت تمام باطل قوتوں کے غلبے کے خلاف مصروف عمل ہوں۔

ثانیاً: مذہبی محاذ پر انتہائی سرگرمی سے کام کیا جائے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اسلامیان ہند کے دلوں میں آزادی کی شمع روشن کی جائے۔

ثالثاً: تعلیمی وتدریسی اور علمی وروحانی مراکز (سکول، کالج، مساجد اور اشاعتی ادارے وغیرہ) اس انداز سے وجود میں لائے جائیں کہ ان سے بہرہ یاب ہونے والے مسلمان عظمت توحید اور شان رسالت سے بہرہ ور ہوکر میدان عمل میں آئیں۔

رابعاً: تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے مشائخ وعلماء کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے تاکہ حصول پاکستان کی جدوجہد تیز سے تیز تر ہوسکے۔

تحریک آزادی اور تحریک حصول پاکستان کے پس منظر میں کارفرما ان عوامل پر ایک نظر ڈالتے ہی احساس ہونے لگتا ہے کہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نے ان تمام عوامل کو مؤثر بنانے کیلئے شایان شان کردار ادا کیا ہے۔ سیاسی وقومی تحریکات کے ضمن میں آپ نے تحریک خلافت، مجلس اتحاد ملت، مسجد شہید گنج سمیت ہر اس تحریک سے تعاون کیا اور اپنی روحانی راہنمائی کے علاوہ مالی امداد وتعاون سے بھی نوازا جو انگریز کے تسلط کے خلاف مصروف عمل تھی اور جس کا اولین مقصد احیائے عظمت اسلام تھا، آپ نے لاکھوں روپے کے زر تعاون سے ان تحریکات کو مالی استحکام بھی بخشا اور ملک گیر دوروں میں اپنے ایمان آفریں خطابات کے ذریعہ بھی دلوں کو عظمت ایمان سے گرمادیا۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بنیادی طور پر عظیم المرتبت شیخ طریقت اور برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے بے تاج بادشاہ تھے، اس لئے آپ نے تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو ایک لمحہ کیلئے بھی فراموش نہ کیا۔ شاردا ایکٹ، شدھی تحریک، فتنہ ارتداد سمیت آپ نے تمام خلاف اسلام یورشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں انگریز دشمنی، ہندو بالادستی کے خلاف جدوجہد کی شمع یوں روشن کی کہ آنے والے ادوار میں مسلمانوں کو تحریک پاکستان کے پلیٹ فارم پر جمع کرنا آسان ہو گیا۔

عظمت اسلام، فروغ دین اور اسلامی تشخص کو عام کرنے کیلئے آپ نے بیسیوں روحانی، علمی، تہذیبی اور تدریسی مراکز قائم کئے۔ حصول پاکستان کے دلآویز نعرے کی اصل روح بھی یہی اسلامی تشخص تھا، جسے نظریۂ اسلام یا دو قومی نظریہ پاکستان بھی کہتے ہیں۔ آپ نے بہت سی مساجد تعمیر کروائیں، مدارس کھلوائے، کتب خانے قائم کرائے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کہ جہاں سے حصول پاکستان کی جنگ لڑنے والے نامور فدائین نے جنم لیا، حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی مالی امداد کے سہارے روشن مستقبل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسلامیہ کالج لاہور اور متعدد دوسرے کالج اور تعلیمی ادارے حضرت امیر ملت کی روحانی سرپرستی، فکری راہنمائی اور مالی امداد سے مستفیض ہو رہے تھے۔ اس تمام راہنمائی اور تعاون کے پس پردہ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر یہی مقصود تھا کہ مستقبل کی قیادت کیلئے ایک ایسی نسل سامنے آئے جو مذہب اسلام کے بنیادی شعائر سے بہرہ ور اور قومی تقاضوں سے پوری طرح باخبر ہو کیونکہ اسی طور ہی تحریک پاکستان کے محاذ پر فیصلہ کن جنگ لڑی جا

سکتی تھی۔

چنانچہ جب تحریک حصول پاکستان کے سلسلہ میں فیصلہ کن قدم اٹھانے کا مرحلہ آیا تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری علمی و عملی توانائیوں اور روحانی و نظریاتی صلاحیتوں کے ساتھ مسلم لیگ کی صف اوّل کی قیادت میں اپنے مؤثر وجود کا احساس دلاتے نظر آتے ہیں۔ حصول پاکستان کے باقاعدہ مطالبہ سے پیشتر بھی آپ کی تمامی مساعی برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو پھر سے بحال کرنے کیلئے وقف تھیں۔ چنانچہ جب تحریک پاکستان کے نام سے باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کیا گیا تو آپ کو یوں محسوس ہوا جیسے دیرینہ آرزوئیں رنگ لا رہی ہوں اور برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے خواب تعمیر سے ہمکنار ہو رہے ہوں۔ آپ امیر ملت تھے۔ قائد اسلامیان ہند تھے، سنوسی ہند کا لقب بھی پا چکے تھے، اسلامیان ہند راہنمائی کی خاطر آپ کی طرف دیکھ رہے تھے مگر آپ کی مستقبل بین نظریں محمد علی جناح کی صورت میں مسلمانان برصغیر کے قائد اعظم کو منصۂ سیاست پر بصد شان اُبھرتے ہوئے دیکھ چکی تھیں۔ چونکہ آپ کو سیاسی و قومی محاذ کے علاوہ روحانی و فکری محاذ پر بھی سرگرم عمل رہنا تھا اور پھر آہستہ آہستہ صحت بھی کمزور ہو رہی تھی اس لئے آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح کو ہر ممکن تعاون سے نوازتے ہوئے قیادت کے سلسلہ میں ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی۔

۱۹۴۳ء میں جب قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا، تو آپ نے اپنے پوتے جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین کے ہاتھ بہت سے قیمتی تحائف اور ایک مکتوب قائد اعظم کے پاس بھجوائے۔ آپ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا:

"قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کیلئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام ہے مگر میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر آ پڑا ہے اس میں آپ کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں، نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت کلیم اللہ کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے...... جس شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمانا چاہتا ہے اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے، ہم سب آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر بھی نہیں ہٹیں گے"۔

چند روز بعد قائد اعظم کا خط آپ کے نام آیا، جس میں انہوں نے لکھا تھا:

"جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد میں کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو، کیا میں لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لئے عطا کیا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھا کروں گا۔ تسبیح آپ نے اسلئے ارسال کی ہے میں اس پر درود شریف پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس اشارے کی بھی تعمیل کروں گا"۔

یاد رہے کہ آپ نے قائد اعظم کو تحفوں میں قرآن شریف، تسبیح، جانماز، شال، دھسہ اور دوسری قیمتی اشیاء ارسال کی تھیں۔

یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اگر حضرت امیر ملت محدث علی پوری قائداعظم اور مسلم لیگ کو اپنے بھرپور تعاون اور راہنمائی سے نہ نوازتے تو شاید حصول پاکستان کی منزل اتنی جلدی قریب نہ آتی۔ آپ نے برصغیر کے طول وعرض میں بے شمار دورے کئے، تحریک پاکستان کے مقاصد کو عام کرنے کیلئے اور مسلم لیگ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنانے کیلئے آپ نے بیسیوں عظیم الشان اجتماعات سے خطاب کیا۔ کانفرنسیں منعقد کروائیں اور مشائخ وعلمائے اہلسنت سے ایک مرکز پر جمع ہونے کی اپیل کی۔ اپنے لاکھوں ارادت مندوں کو پاکستان کی حمایت کیلئے خود کو وقف کردینے کی تلقین کی۔ آپ نے قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے پیغام کو جو فی الحقیقت آپ کا اپنا پیغام تھا، ہر شہر قریہ اور قصبہ میں پہنچانے کیلئے تمام ممکنہ وسائل سے کام لیا۔ اس سلسلہ میں رئیس احمد جعفری کی کتاب "قائداعظم اور ان کا عہد" سے یہ اقتباس پاکستان کیلئے امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی جذباتی وابستگی کے اظہار کا خوبصورت نمونہ ہے۔

اور مشائخ وعلمائے پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے الحاج پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ، پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دے رہے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا۔ یہ انکے سچا راہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں اور سید موت سے کبھی نہیں ڈرتا، اسکے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں"۔

حصول پاکستان کی جنگ بلاشبہ ایک نظریاتی جنگ تھی، جس میں ایک طرف تو کروڑوں شیدائیان رسول کریم تھے جو اسلام کو عالم اسلام کی شوکت ایمانی کا مرکز بنانے کیلئے مصروف عمل تھے اور دوسری طرف ہندو سکھ اور دوسری غیر مسلم قوتیں تھیں، جن کی پشت پناہی برطانوی سامراج کر رہا تھا۔ اس جنگ نے اس وقت شدت اختیار کرلی جب کئی جبہ پوش مسلم علماء اپنے تمام تر علمی تبحر کے باوجود ہندو کے نظریہ وطنیت کا شکار ہو کر کانگریس کی صفوں میں جا بیٹھے تھے اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اب امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مشائخ وعلماء کو نہ صرف انگریزوں اور ہندوؤں سے نبرد آزما ہونا تھا بلکہ نظریہ قومیت کی فریب کاری کے شکار ان مسلم علماء کے پروپیگنڈے کی قلعی بھی کھولنا تھی جو ہندو مسلم سمیت تمام ہندوستانی اقوام کو ایک قوم قرار دے رہے تھے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے ایسے حالات میں دو قومی نظریہ اسلام کی حمایت میں مسلمانوں کو یہ پیغام عمل دیا:

؎ اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

حضرت امیر ملت محدث علی پوری اس صورتحال سے بے خبر نہ تھے۔ آپ مسلم لیگ اور کانگریس کے معرکے کو کفر واسلام کی جنگ قرار دے رہے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ ہر جگہ فرمایا کرتے:
"مسلمانو! یہاں دو جھنڈے ہیں۔ ایک اسلام کا دوسرا کفر کا۔ بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو؟ لوگ جواب میں کہتے "اسلام کے جھنڈے کے نیچے" اس خوبصورت طرز استدلال نے اسلامیان ہند کے دل موہ لئے اور قیام پاکستان کیلئے فضا انتہائی تیزی سے ہموار ہونے لگی۔

قائداعظم محمد علی جناح کو بھی حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار مساعی کا بے پناہ احترام تھا، اس کا ثبوت وہ خطوط ہیں جو قائد

اعظم نے حضرت امیر ملت ﷺ کے نام ارسال کیے۔ قائداعظم کے متعلق آپ کے مخلصانہ جذبات کا اندازہ لگانے کیلئے ۱۹۴۴ء میں سری نگر میں آپ کی قائداعظم سے ملاقات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ اس ملاقات کا اہتمام قائد کشمیر چودھری غلام عباس مرحوم نے کیا تھا کہ جو حضرت امیر ملت کے مرید تھے۔ حضرت امیر ملت سری نگر میں تشریف فرما تھے۔ قائداعظم وہاں کے دورے پر آئے تو چودھری غلام عباس قائداعظم کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائداعظم کی پُر تکلف دعوت کی تھی۔ مختلف اقسام کے ۴۵ کھانے دستر خوان پر چن دیئے گئے۔ قائد اعظم سے آپ نے بستر پر بیٹھنے کی فرمائش کی مگر انہوں نے خلاف ادب جانا اور آپ کے ساتھ ہی قالین پر بیٹھ گئے۔ آپ بصد اصرار قائداعظم کو ہر کھانے سے تھوڑا تھوڑا کھلاتے رہے۔ قائداعظم نے سب کھانوں کو پسند فرمایا اور کہا "میں نے ایسی پُر تکلف دعوت ساری عمر نہیں دیکھی، میرا بس چلے تو میں باورچی کو اڑا لے جاؤں"۔

جب یہ اکابرین ملت کھانا کھا چکے تو آپ نے قائداعظم کو دو جھنڈے عطا کیے۔ ایک سبز تھا، دوسرا سیاہ، نقد روپیہ بھی عطا کیا۔ ان میں سے سبز جھنڈا اسلام اور مسلم لیگ کا تھا جبکہ سیاہ جھنڈا کفر کا تھا۔ آخر میں آپ نے قائداعظم کو اپنے عظیم مقصد کے حصول میں کامیابی کی نوید بھی سنائی۔ رخصت کے وقت قائداعظم نے دوبارہ اُٹھ کر آپ سے معانقہ کیا۔ قائداعظم کو حضرت امیر ملت کے تعاون اور امداد کا بہت زیادہ احساس تھا۔ امیر ملت کے تعاون اور روحانی نوازشات کا اعتراف کرتے ہوئے قائداعظم نے قیام پاکستان سے کئی سال پہلے لاہور کے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں کہا تھا۔

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا، کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کرے گا"۔

حضرت امیر ملت نے قد آور اشتہارات کے ذریعہ مسلم لیگ کے پیغام کو عام کرنے کیلئے اعلان فرمایا:

"مسلمانو! مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ، میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس وقت دو جھنڈے ہیں۔ ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا۔ اب فیصلہ کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو"۔

تاریخ پاکستان رقم کرنیوالا کوئی بھی مورخ "سنی کانفرنس" کے انعقاد اور اسکے ہمہ گیر اثرات سے پہلوتہی نہیں کرسکتا۔ مشائخ و علمائے اہلسنت کی یہ نمائندہ "سنی کانفرنس" تحریک پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کر دینے کا باعث ثابت ہوئی۔ اس کے عظیم اجتماعات دس سال بعد ہوتے تھے۔ پہلی سنی کانفرنس مراد آباد میں ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوئی۔ دوسری بار ۱۹۳۵ء میں بدایوں کے مقام پر منعقد ہوئی جبکہ تیسری سنی کانفرنس کا انعقاد ۱۹۴۵ء میں بنارس کے مقام پر ہوا۔ حضرت امیر ملت کے حصے میں یہ سعادت بھی آئی کہ تینوں تاریخ ساز کانفرنسوں میں صدارت آپ نے فرمائی۔ ان کانفرنسوں میں لاکھوں عوام اور ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ صدارت کیلئے امیر ملت کا انتخاب ان کے تبحر علمی اور روحانی عظمت کے اعتراف کا غیر معمولی ثبوت تھا۔ آپ نے ان کانفرنسوں میں اپنے مؤقف کا کھل کر اظہار کیا اور عوام کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے اور پاکستان کے حصول کی خاطر قائداعظم کی قیادت کو تسلیم کرنے کی تلقین کی۔ ان سنی کانفرنسوں کے خاطر خواہ مثبت نتائج برآمد ہوئے اور سنی مشائخ و علماء تمام اختلافات فراموش کر کے حصول پاکستان کیلئے سرگرم کار ہو گئے۔

تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کیلئے باطل قوتیں اپنے تمام ہتھکنڈے استعمال کر رہی تھیں۔ پاکستان کے بنیادی محرکات پر

اعتراضات کیے جا رہے تھے۔ قائداعظم کی شخصیت پر الزامات کی بوچھاڑ کی جا رہی تھی۔ حضرت امیر ملت نے ہر جگہ مقاصد پاکستان کی وضاحت کرنے کے علاوہ قائداعظم کی ذات پر کیے جانے والے اعتراضات کو بھی رد کیا۔ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ حضرت امیر ملت کی تقریر کے دوران میں بعض مخالفین نے سوال کیا "جناح کافر ہے یا مسلمان" آپ نے برجستہ فرمایا "تم نے کون سی ان کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو ان کا مذہب دریافت کرتے ہو۔ ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام "قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں۔ یہ ہم سب کا کام ہے۔ جس کو وہ کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مسلک کیا ہے"۔

اعتراض کرنیوالے لاجواب ہو گئے تو آپ نے زوردار لہجے میں فرمایا:

"مسٹر جناح پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس میں انہیں کامیابی ہوگی۔ پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے۔ وہ ہمارا کام کر رہے ہیں اور ہمارے وکیل ہیں"۔

ایک بار آپ مسلم لیگ اور پاکستان کیلئے فضا ہموار کرنے اور اعتراضات کو باطل کرنے کیلئے کوہاٹ تشریف لے گئے۔ وہاں احرار کا زور تھا' کارکنان مسلم لیگ نے درخواست کی کہ اپنے ارادت مندوں کو مسلم لیگ میں شمولیت کی تلقین کیجئے۔ آپ نے ان کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشا اور حاضرین پر زور دیا کہ وہ بلا تاخیر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا "کہ اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں گے"۔

پھر اعتراض ہوا کہ "مسلم لیگ پر تو خاکسار چھائے ہوئے ہیں"۔ اس پر آپ نے فرمایا 'تم مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ' وہ بھی مسلم لیگ کے جھنڈے تلے رہیں گے یا اپنا الگ ٹھکانہ ڈھونڈھ لیں گے"۔

وہاں کے عوام نے آپ کے حکم کی تعمیل میں مسلم لیگ میں شمولیت کرلی اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلم لیگ کی عظمت اس طور مسلم ہوگئی کہ دوسری تمام سیاسی جماعتیں اس کی یلغار کی تاب نہ لاکر مقبولیت سے محروم ہوگئیں۔

تحریک پاکستان کی حمایت اور قائداعظم کے مشن کی وکالت کیلئے حضرت امیر ملت محدث علی پوری نے صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے جو بیان دیا وہ بھی آپ کی بصیرت ایمانی اور حق وصداقت کی پاسداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

"اس بناء پر فقیر جمیع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانان ہند سے اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیئے۔ فقیر بحیثیت امیر ملت' قائداعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانان ہند سے عموماً اور اپنے یاران طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں۔ مکرر پُر زور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاءاللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے"۔

حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلم لیگ کے ساتھ تعلق اور اس کے مقاصد سے اتفاق اس وقت سے تھا جبکہ ابھی

مسلم لیگ نے علیحدہ مسلم مملکت کا نام "پاکستان" استعمال کرنا شروع نہیں کیا تھا۔ قرارداد لاہور سے مدتوں پیشتر ہی حضرت امیر ملت نے مومنانہ فراست اور روحانی بصیرت کو کام میں لاتے ہوئے مسلم لیگ کی حمایت اور اس کی امداد شروع کر دی تھی۔

• ۱۹۳۹ء میں کانگریسی وزارت کے خاتمے پر قائداعظم کی اپیل پر پورے ملک میں یوم نجات منایا گیا۔ اس سلسلہ میں علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں آپ کے ایماء پر بہت بڑا جلسہ ہوا۔ "یوم نجات" کے سلسلہ میں منعقد ہونے والے اس جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دو جھنڈے ہیں' ایک اسلام کا ایک کفر کا" جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو کیا تم اس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا' پھر دریافت فرمایا "کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرو گے' سب نے اقرار کیا کہ نہیں' ہرگز نہیں! پھر ارشاد فرمایا کہ اس سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے' ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو بھی مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے"۔

حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نظریہ پاکستان کی کتنی خوبصورت تشریح ہے۔ اس بیان سے آپ کی جرأت ایمانی کا اظہار بھی ہوتا ہے اور مطالبہ پاکستان کیلئے آپ کی جذباتی وابستگی کا پتہ بھی چلتا ہے۔

امیر ملت کے صاحبزادے سراج الملت سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے عظیم والد کی اتباع میں تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے شدید کام کیا۔ انہوں نے والد محترم کے ہمراہ اور علیحدہ بھی بھرپور اور وسیع وعریض دورے کئے اور اپنے دوسرے بھائیوں کے ہمراہ تمام وابستگان طریقت اور اسلامیان برصغیر کو مسلم لیگ کا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ پیر صاحب مانکی شریف نے قائداعظم کو سپاس عقیدت پیش کرنے کیلئے مانکی شریف میں عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا تو اس میں بطور خاص حضرت امیر ملت کو بھی شرکت کی دعوت دی۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ ناسازئ طبع کے باعث خود تو نہ جا سکے البتہ اپنے فرزند ارجمند حضرت سید محمد حسین شاہ کو اپنی جگہ ایک سونے کا تمغہ تین سو روپے کی تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دے کر بھیج دیا۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے خیر مقدمی جذبات کے ساتھ سراج الملت حضرت سید محمد حسین شاہ کا استقبال کیا اور جلسہ کی صدارت بھی انہی سے کروائی۔ جب قائداعظم سٹیج پر تشریف لائے تو حضرت سید محمد حسین شاہ نے آپ سے کہا کہ:

"حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نے آپ کیلئے کامیابی کا سونے کا تمغہ بھیجا ہے"۔

قائداعظم اس پر بہت خوش ہوئے' کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر بولے:

"پھر تو میں کامیاب ہوں' آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کر دیجئے"۔

حضرت امیر ملت کا اپنا علاقہ اگرچہ صوبہ پنجاب تھا' مگر چونکہ پورے ہندوستان میں آپ کے لاکھوں ارادت مند بستے تھے' اس لئے تحریک پاکستان کو نئی زندگی عطا کرنے کیلئے آپ نے برصغیر کے ایک ایک شہر کا دورہ کیا۔ قیام پاکستان کی منزل قریب آنے لگی اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا فیصلہ ہوا تو آپ پیر صاحب مانکی شریف کی خصوصی درخواست پر صوبہ سرحد میں تشریف لے گئے۔ مسلم لیگ اور پاکستان کے حق میں عوامی فضا ہموار کرنے کیلئے خوب کام کیا اور جا بجا جلسے کر کے عوام کو بتایا کہ صرف اور صرف پاکستان کے قیام کی صورت ہی میں ان کے حقوق کا تحفظ ممکن

ہے۔ دوسرے مشائخ اور علماء بھی اس طویل دورہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔ بالآخر آپ کی یہ تگ و دو رنگ لائی اور وہاں عوام نے غالب اکثریت سے پاکستان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

۱۹۴۶ء کا سال تحریک پاکستان کے سلسلہ میں خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سال مرکزی اور صوبائی انتخابات کے ذریعہ مسلمانوں نے برطانوی سامراج اور ہندو مہا سبھائیوں پر یہ واضح کرتا تھا کہ ہندوستان میں صرف انگریز اور ہندو ہی نہیں بستے بلکہ مسلمان قوم بھی اپنا موثر وجود رکھتی ہے۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سے نامور مشائخ اور علمائے کرام نے بھی شبانہ روز سفر کر کے کروڑوں فرزندانِ توحید کو پاکستان کی اہمیت وعظمت سے آگاہ کیا۔ ان انتخابات کے نتائج نے طاغوتی طاقتوں کو یہ باور کرادیا کہ اب ان کیلئے مسلم قوت کے طوفان کے سامنے سازشوں کے بند باندھنا ممکن نہیں رہا۔

کوئی بھی تحریک صرف زبانی دعووں، لفظی جمع خرچ یا پر جوش تقاریر کے سہارے ہی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی بلکہ اسے کامیاب بنانے کیلئے عظیم منصوبہ بندی، خلوص نیت اور جذباتی لگن کے ساتھ ساتھ مادی تعاون کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ حضرت امیر ملت نے مسلم لیگ کو جتنا چندہ دیا، اس کا صحیح اندازہ اگرچہ دشوار ہے مگر آپ نے مسلم لیگ کو چندے کے طور پر لاکھوں روپے دیئے اور انتخابات پر بھی لاکھوں روپے خرچ کئے۔ آپ نے اپنے طویل وعریض سیاسی دوروں کیلئے مسلم لیگ سے کبھی کرایہ بھی طلب نہ کیا۔ اپنے تمام ہمراہیوں کے کرایہ کی رقم سے لیکر خورد و نوش کے اخراجات تک تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔ بعض اوقات جلسوں کے جملہ اخراجات بھی اپنی جیب سے ادا کرتے۔ یہ اس بطل جلیل کے جذبۂ قربانی وایثار کی ایک جھلک ہے، جس نے کبھی اپنے پاس کچھ نہیں رکھا بلکہ جو کچھ آتا خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ کی عظمت فقر کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام زندگی آپ کے پاس کبھی اتنا اثاثہ جمع نہ ہوا کہ اس پر زکوۃ فرض ہوتی۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو بے پناہ خوشی ومسرت کا احساس ہوا کیونکہ اب وہ منزل قریب نظر آرہی تھی جس کے حصول کیلئے یہ ملک بھر کے علماء و مشائخ کو ہمراہ لے کر برسوں سے مصروف جدوجہد تھے۔ آپ نے اس موقع پر قائداعظم کو مبارکباد کا پیغام ارسال کیا، جس میں اسلامیان ہند کی جدوجہد آزادی کی کامیابی کا تذکرہ کر کے حضرت قائداعظم کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا گیا تھا۔ قائداعظم نے اس کے جواب میں یہ پیغام آپ کے نام ارسال کیا:

محترم پیر صاحب!

آپکی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دوسو سال کی غلامی کے بعد خود اپنے پاکستان کی آزاد اور خودمختار مملکت بنالی۔

پاکستان بن گیا تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی سیاسی عزائم یا ذاتی مفادات سے سروکار نہ رکھا۔ آپ کی حیثیت اس قافلہ سالار کی سی تھی جو کارواں کو آشنائے منزل کرنے کیلئے طویل عرصہ تک مصروف عمل رہا ہو اور جب کارواں کامیابی کے مراحل طے کرتا ہوا منزل سے ہمکنار ہوا تو میر کارواں کو ستانے کی سوجھنے لگی۔ اب ان کا کام ختم ہو چکا تھا۔ نیا دور نئے تقاضے لئے پاکستان کے روشن مستقبل کی نوید بن کر حالات کے افق سے اُبھر رہا تھا۔ آپ کے جذبات کامیابی کی سرخوشی سے سرشار تھے مگر ایسے عالم

میں بھی آپ نے حب الوطنی کے تقاضوں کو فراموش نہ کیا اور قائد اعظم محمد علی جناح کو قیام پاکستان پر مبارک باد کا برقیہ ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''ملک گیری آسان ہے۔ ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائے''۔

حصول پاکستان کیلئے آپکی جدوجہد ایک طویل عرصے پر محیط ہے۔ آپ تحریک پاکستان کو اپنا جزو ایمان تصور کرتے تھے۔ اس لئے آپ قائد اعظم کو سپاس محبت پیش کرتے ہوئے یہی فرمایا کرتے تھے کہ ''قائد اعظم ہمارا کام کر رہے ہیں'' آپ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی اولاد کیلئے کوئی عہدہ طلب نہیں کیا اور بلاشبہ بے شمار اصحاب ایمان کے دلوں پر بصد شان روحانیت حکومت کرنے والا سلطان اقلیم یقین دنیاوی اعزازات یا عہدوں کا محتاج کیسے ہو سکتا تھا۔ کیونکہ:

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

قیام پاکستان کے فوری بعد ہی آپ اس احساس سے شاد کام ہو چکے تھے کہ ہمارے حصے کا کام ختم ہو چکا۔ پاکستان وجود میں آ چکا۔ اب اسے تعمیر و ترقی کے مراحل سے گزارنا آنے والے دور کی ذمہ داری ہے۔ پیر صاحب مانکی شریف کے نام آپ کا پیغام بھی اسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

''پیر صاحب پاکستان بن گیا، اب ہمارا کام ختم ہوا، اب ملک چلانے والے جانیں اور ان کا کام''۔

حضرت قبلۂ عالم امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اتنی ہمہ گیر اور جامع الخصائل تھی کہ آپ کی زندگی کے کسی بھی پہلو پر خامہ فرسائی کیلئے چند صفحات نہیں بلکہ دفتر درکار ہیں۔

آپ کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، دلوں پر اثر کرنے والی تکلم باریاں، اصحاب فکر کیلئے رشد و ہدایت کی ہمکباریاں، طالبان حقیقت پر کرم نوازیاں، رہ نوردان کوچہ شوق پر عنایات بے کراں، واماندگان ہستی کیلئے لطف و رحمت کا نیر تاباں، غرضیکہ کس کس ادائے خاص کا تذکرہ کیا جائے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می بینم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست

پاکستان کا وجود حضرت امیر ملت کے بے مثال تدبر، غیر معمولی فراست، ایمان افروز راہنمائی، فکر آفریں قیادت، عہد آفریں سیادت، اور غیر معمولی جذبۂ خلوص و یقین کا مرہون منت تھا۔ پاکستان کا کوئی بھی صاحب نظر دانشور تحریک پاکستان پر قلم اٹھاتے ہوئے حضور امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کے زندۂ جاوید کردار کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ جب بھی تاریخ کے افق کے اس پار جھانکتے ہیں تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کا روشن سراپا محسوسات کے مطلع تاباں پر بصد آب و تاب روحانی زندگی بخش کرنیں لٹاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان خدائے کریم اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ احسان بھی ہے اور محبان ملک و ملت کا ارمان بھی۔ یہ نظریاتی مملکت، اداد حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اولیائے کرام کا فیضان بھی ہے اور اہل نظر کیلئے قرار جسم و جان بھی۔ وطن عزیز کی آزاد فضاؤں کا ایک ایک لمحہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ سلام عقیدت نذر کرتا اور زبان حال سے یہی کہتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا زبند عشق یک دانائے راز آید بروں

☆......☆......☆

# ممتاز اسلامی سکالر حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

## تحریر: ظہور الدین خان

ممتاز اسلامی سکالر، محقق اور دانشور حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ جو ساری زندگی تاریخ تحریک پاکستان کو مسخ کرنے کی سازشوں کے خلاف بر سر پیکار رہے۔ سال ۱۹۷۶ء بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات کے حوالہ سے ملک بھر میں کئی یادگار تقاریب کے انعقاد کے ساتھ ساتھ اخبارات و رسائل میں چند قیمتی تحریروں کا سرمایہ بھی ریکارڈ پر چھوڑ گیا۔ اسی سال مکتبہ رضویہ گجرات کے زیر اہتمام ''اکابر تحریک پاکستان'' جیسی گراں مایہ کتاب منصۂ شہود پر آئی، جس کتاب نے اہل فکر و نظر میں زبردست پزیرائی حاصل کی۔ قومی اخبارات اور اہم جرائد نے اس موضوع پر پہلی مثبت کوشش کو سراہا۔

حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ جو بحیثیت ایک صاحب دل مسلمان، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے دل و جاں سے فدا ہونے تک جذبۂ صادق سے معمور تھے۔ اس تالیف لطیف پر بے حد مسرور ہوئے۔ انہوں نے اس کتاب کو خرید کر سرائے عالمگیر میں منعقد ہونے والی کسی تقریب میں شرکت کرنے والے طلبہ تک پہنچانے کی غرض سے لاہور تشریف آوری کی اطلاع دی پھر واقعی آپ نے اس مقصد کیلئے یہ سفر اختیار کیا اور کتابیں لے کر گئے۔ آپ کی یہی تشریف آوری راقم الحروف سے ان کی پہلی ملاقات کا بہانہ بنی، جو محقق دوراں جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مطب واقع ریلوے روڈ لاہور پر ہوئی۔

مولانا یہاں ان دنوں گورنمنٹ ہائی اسکول میں بطور استاذ متعین تھے اور اپنے آبائی دولت کدہ موضع چوہدو سے روزانہ سرائے عالمگیر کیلئے روانہ ہوتے تھے، یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ مذکورہ چھوٹا سا خوبصورت گاؤں لالہ موسیٰ سے کھاریاں آتے ہوئے کینٹ اسٹیشن سے چند میل پہلے جی ٹی روڈ کے دائیں طرف ایک آدھ میل کے فاصلے پر سر سبز اور لہلہاتے کھیتوں کے بیچ واقع ہے۔ اس گاؤں کی پنجاب بھر میں وجہ شہرت اور شناخت بچوں کے کانوں کی ایک خاص بیماری (کانوں میں کیڑے پڑنا) کے علاج کئے جانے کی بتائی جاتی ہے۔

مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۹ء) کا مطب اندرون ملک کے اہل علم و دانش کا مرکز اتصال بنا، جو بیرون پاکستان سے بھی مسلم انڈیا کے بارے میں ریسرچ کرنے والے مستشرقین اور محققین، حکیم صاحب کے ہاں حاضری دیتے تھے، جہاں انہیں تمام متعلقہ اور ضروری مواد بڑے خلوص کے ساتھ میسر آ جاتا۔ مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ اکابر تحریک پاکستان، جو حکیم صاحب مرحوم کی تحریک ہی کا نتیجہ تھی کی اشاعت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور تاریخ تحریک پاکستان کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے ایسے گوشوں کو منظر عام پر لایا جائے، جن پر کسی نے آج تک قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یوں اس عظیم جدوجہد کے خدوخال پوری طرح واضح نہ ہو سکے۔ اسی طرح برعظیم پاک و ہند میں تحریک خلافت و ترک موالات اور تحریک ہجرت وغیرہ کے تمام

کرداروں کو بھی سامنے لایا جائے کیونکہ مولانا کا خیال تھا کہ برعظیم کی تاریخ میں ان تحریکوں کو اچھی طرح جاننا اور سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعد میں قیام پاکستان اس کے اسباب اور عوامل کی ساری عمارت انہی تحریکوں کے فہم وادراک پر استوار ہوئی تھی۔

تحریک خلافت اور ترک موالات یا تحریک عدم تعاون کے مابعد یعنی ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۶ء تک کا زمانہ یہ وہ دور تھا جس میں ملت مسلمہ اور ہندوؤں کے درمیان مسلم قومیت اور ہندوستانی قومیت کی جنگ لڑی گئی۔ ان تحریکوں کے خاتمے پر سیاسیات ہند پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے اوجھل نہ تھے اور اس کے مضمرات سے بخوبی آگاہ تھے اور اس کا ذکر مرحوم کی اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں ملتا ہے۔ چنانچہ سید نذیر نیازی مرحوم نے بھی اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''اقبال کے حضور'' میں تحریک ترک موالات کے خاتمہ کے نتیجے میں ہونیوالے دوررس نقصانات کا ذکر بیسیوں جگہ پر کیا ہے۔ مذکورہ دور کے حوالے سے دوملی یا دو قومی نظریہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ممتاز قانون دان کے ایل۔ گابا (۱۸۹۹ء۔۱۹۸۱ء) نے اپنی کتاب ''مجبور آوازیں'' میں لکھا ہے کہ ''دو قومی نظریہ جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کے مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔ دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو ''ہندو مسلم اتحاد'' کے سفیر تھے''۔

مسٹر جناح اور اقبال ایسے مدبرین متذکرہ بالا معروف اداروں کے برعکس علمائے احناف نے امت مسلمہ اور اہل ہنود کے بیچ، متحدہ ہندو قومیت کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں اپنا وزن دو قومی نظریے کے پلڑے میں ڈال کر کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کیلئے راستہ صاف کیا تھا۔ جس پر اس دور میں شائع ہونیوالی کتب المحجۃ المؤتمنہ اور النور' شاہد عادل ہیں اور روزنامہ پیسہ اخبار لاہور کے فائل بھی محولہ حقائق کی گواہی دے رہے ہیں۔

''بہر حال امام احمد رضا خان (م ۱۹۲۱ء) سید محمد سلیمان اشرف (م ۱۹۳۹ء) اور پروفیسر مولوی حاکم علی (م ۱۹۲۵ء) رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور میں جو اسلامی سپرٹ پیدا کی۔ اس نے آگے چل کر تحریک اسلامی قوت بخشی اور وہ اس قابل ہوئی کہ غیر اسلامی اور لادینی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے''۔

یہی وہ (تاریخی) حقائق تھے جنہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بے چین کر رکھا تھا کہ جس قدر ممکن ہو انہیں تاریخ کے صفحات پر منتقل کیا جائے۔ چنانچہ اس کام کیلئے انہوں نے راقم الحروف کو سرائے عالمگیر آنے کی دعوت دی۔ اس دوران انہوں نے کچھ نادر و نایاب مواد اور پرانے متفرق جرائد و رسائل احقر کے سپرد کیے تاکہ تاریخ کے ان صفحات کی کتابی صورت میں تدوین کی جائے لیکن بمصداق ''عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا'' چند ماہ گزرنے کے بعد راقم اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس بکھری ہوئی تاریخ کو مرتب کرنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں اس لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہو کر یہ استدعا کی کہ یہ کام آپ ہی سرانجام دیں۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ہر کام کیلئے قدرت کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کام کی سعادت بھی روز اول سے کسی خوش نصیب کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ تاریخ کے اس کوہ گراں کو اٹھانے کی سعادت مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ناصیہ زیبا میں لکھی تھی اور انہوں نے خدا کے بھروسا پر تاریخ اور خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے تدوین کا کام شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف کی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف مراسلت جاری رہی بلکہ متعدد بار انکے گاؤں بھی حاضر ہوتا رہا اور اس سے

پہلے سرائے عالمگیر میں، یہاں ان کے دیرینہ رفیق، انگلش کے استاد جناب محمد رفیق ایم۔اے کے ہاں قیام ہوتا۔وہاں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور جانثار ساتھی محترم مظفر اقبال نیازی بھی تشریف لے آتے پھر جب ۱۹۸۱ء میں گاؤں کو خیر باد کہہ کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کھاریاں میں مستقل سکونت اختیار کرلی تو یہاں بھی سالہا سال ان کے ہاں یہ سلسلہ قائم رہا۔یہاں جو قلبی اور ذہنی سکون "درسعادت" پر میسر آتا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر احکام القرآن، تذکرہ محدث اعظم پاکستان، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ تا ۱۹۴۷ء ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست انکی یادگار تصانیف ہیں اور بعض رسالوں پر انکے تحریر کردہ مقدمے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔موخرالذکر کتاب کی ملک کے نامور اور ممتاز محققین، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر (ر) جسٹس جاوید اقبال، ابوسعید انور، سید الطاف علی بریلوی (علیگ) ڈاکٹر معین الدین عقیل، پروفیسر ایوب قادری اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید وغیرہ نے تحسین کی ہے۔

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ ہمارے مذہبی حلقوں میں تاریخ پر کام کرنے کا رواج نہیں ہے۔بہر حال مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس خلاء کو پر کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے وہ اس امر کو ضروری سمجھتے تھے کہ مذکورہ مواد تاریخ کے اساتذہ کے پیش نظر ہونا چاہیے اور اس کا احساس بعض حقیقت پسند قلم کاروں کو بھی تھا۔چنانچہ راقم الحروف کو بخوبی یاد ہے کہ جب مقبول جہانگیر (م ۱۹۸۵ء) سابق ایڈیٹر سیارہ ڈائجسٹ لاہور نے مولانا کی کتب کا مطالعہ کیا تو موصوف نے ایک ملاقات میں راقم سے کہا کہ یہ مواد دیکھ کر اس بات کی ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ تاریخ آزادی اور تحریک پاکستان کی تاریخ نئے سرے سے مرتب ہونی چاہیے، لیکن ایک فریق نے نصابی اور تاریخ کی غیر نصابی کتب میں اس قدر گھپلا کیا ہے اور ان لوگوں نے جنہیں قلم کی عظمت کا کوئی پاس نہیں، جھوٹ کی دبیز تہیں اس قدر چڑھا رکھی ہیں کہ لوگ اب جھوٹ کو ہی سچ سمجھنے لگے ہیں۔

اسی طرح آئینہ ادب لاہور کے مالک و ناشر شیخ عبدالسلام نے ۱۹۸۰ء میں جب ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست کا مطالعہ کیا اور اس میں بعض نادر و نایاب دستاویزات کے عکس دیکھے تو انہوں نے ازراہ تعجب راقم سے سوال کیا کہ کیا واقعی یہ کتب موجود ہیں۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کو گم شدہ کڑیوں کو جس جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔کسی تحقیقی اور تاریخی کام کو ایک محقق ہی پرکھ سکتا ہے۔

۱۹۷۹ء میں راقم کا کراچی جانا ہوا۔سید ریاست علی قادری مرحوم بانی ادارہ تحقیقات رضا کی معیت میں جناب شمس بریلوی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس کی اشاعت پر ازحد مسرت کا اظہار فرمایا یہاں تک کہ راقم سے فرمایا کہ میں آپ کو مدینہ پبلشنگ تک لے جاؤں گا تاکہ ایسی صحت مند کتب کو اپنے ہاں فروغ دیں، لیکن اسکے ساتھ حضرت شمس بریلوی نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ ایک لمحہ فکریہ سے کم نہیں۔آپ نے فرمایا۔اب ہمارا علمی معیار تبلیغی جماعت اور زلزلہ ہی رہ گیا ہے۔

یہ نوحہ اکیلے حضرت شمس بریلوی نے نہیں پڑھا، سبھی اہل دل اس المناک صورت حال پر ماتم کناں ہیں، لیکن کیا آہ و بکا اور نالہ و شیون سے انقلاب برپا ہوسکتا ہے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہر شخص اپنے حصے کا بوجھ اٹھائے کہ اسے بہر حال روز محشر پروردگار کے حضور اپنی ہی جواب دہی کرنا ہے۔قومیں افراد سے ہی بنتی ہیں۔بے نظمی اور افراتفری کے اس ماحول میں مثبت فکر کے حامل افراد اگر انفرادی مساعی سے بھی ہاتھ کھینچ لیں تو پھر کشتی امت کا خدا ہی حافظ ہے۔

حضرت علامہ نے بے وجہ تو نہ کہا تھا۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

# قادیانیت کے خلاف علماء ومشائخ اہلسنّت کا کردار

تحریر: مجاہد ختم نبوت محمد احمد ترازی

## مرزا قادیانی کی زندگی میں علماء کی علمی اور عملی مساعی

(فتاوے، مناظرے، مباہلے اور مقدمات)

ذیل میں ان علماء و مشائخ کے دیگر علمی و عملی کوششوں اور کاوشوں کا مختصراً تذکرہ کیا جارہا ہے۔ جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کی زندگی میں ردّ مرزائیت کے حوالے سے مناظرے، مباہلے اور مقدمات کی صورت میں خدمات انجام دیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ اور علمائے حرمین نے مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی کتاب "رجم الشیاطین" پر تصدیقات و مواہیر ثبت کیں اور مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ پہلا فتویٰ کفر تھا جو کہ مرزا غلام قادیانی کیخلاف دیا گیا، جسے ۱۸۹۴ء تک مولانا قصوری صاحب نے بامید اصلاح شائع نہ کیا اور جب اصلاح کی امیدیں ختم ہوگئیں تو آپ نے ان فتاوئ جات کو شائع فرمایا۔ جس کے نتیجے میں جنوری ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی سے مسجد ملا مجید موچی دروازہ میں مباہلہ طے ہوا، لیکن مرزا مقابلے پر نہ آیا۔

مولانا فقیر محمد جہلمی نے ۱۱ ستمبر ۱۹۸۶ء کو جہلم سے قادیانیت کیخلاف ایک ہفت روزہ اخبار "سراج الاخبار" جاری کیا۔ جس نے قادیانیت کیخلاف بے مثال خدمات انجام دیں۔ اس اخبار کے مدیر مولانا ابوالفضل کرم الدین دبیر تھے۔

مولانا ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ نے ۱۸۹۵ء سے قبل مرزا قادیانی کے باطل دعوؤں کے ردّ میں لاجواب فتویٰ "فتویٰ در تردید دعاوی مرزا قادیانی" لکھا۔

۱۸۹۸ء میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ نے مرزا قادیانی کو مناظرے کی دعوت دی اور بادشاہی مسجد لاہور میں سات روز قیام فرمایا، لیکن مرزا آپ کے مقابلے پر نہیں آیا۔

(روزنامہ نوائے وقت ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مولانا ابوالفیض محمد حسن فیضی علیہ الرحمہ نے ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو عربی زبان میں ایک بے نقط قصیدہ چالیس اشعار پر مبنی لکھ کر مسجد حسام الدین میں خود مرزا قادیانی کو پڑھنے کیلئے دیا، لیکن مرزا اس قصیدے کو باوجود کوشش کے پڑھنے سے قاصر رہا۔

۹ مئی ۱۸۹۹ء کو اس تمام واقعہ کو "سراج الاخبار"، جہلم نے درج کر کے مرزا قادیانی کو جواب کا چیلنج دیا اور بعد ازاں ۱۳ اگست ۱۸۹۹ء کو مرزا قادیانی کو خط بھی لکھا۔ جس میں مناسب شرط کے ساتھ مرزا قادیانی کو دعوت مقابلہ دی مگر پھر بھی مرزا قادیانی کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔

۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو مولانا ابوالفیض محمد حسن فیضی علیہ الرحمہ نے لاہور کی بادشاہی مسجد میں سینکڑوں علماء و مشائخ کی موجودگی میں مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ دی مگر مرزا قادیانی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب "شمس الہدایہ" نے مرزا قادیانی کو مبہوت کردیا۔ چنانچہ اپنا جھوٹا بھرم قائم رکھنے کیلئے مرزا کے خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی نے پیر صاحب کو اپنے مکتوب مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء میں بارہ سوالات لکھ کر جواب

دینے کیلئے ارسال کئے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دیا اور ساتھ اپنی طرف سے ایک سوال "حقیقت معجزہ" سے متعلق اس سے کیا۔ آپ کا یہ سوال آج تک مرزائیت کے گلے کا پھندا بنا ہوا ہے۔

۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا غلام قادیانی نے ایک اشتہار کے ذریعے ۸۶ علماء کرام کو عربی میں تفسیر لکھنے پر مناظرے کی دعوت دی۔ ان ۸۶ علماء کرام میں پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت مناظرہ قبول کی اور ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور کی بادشاہی مسجد میں یہ مناظرہ ہونا قرار پایا، مقررہ تاریخ کو حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین وقت مقررہ پر بادشاہی مسجد میں موجود تھے لیکن مرزا غلام قادیانی اور اس کے حواریوں نے راہ فرار اختیار کی بعد میں مناظرہ دیکھنے کیلئے جمع ہونے والے ہزاروں کے اجتماع سے پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسن فیضی، مولانا تاج الدین جوہر، مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد دین وغیرہم نے خطاب کیا اور اس موقع پر اٹھاون علماء اور اٹھائیس اکابر ملت کی طرف سے مناظرہ میں مرزا کا فرار اور اہلسنت کی فتح کا ایک اشتہار شائع ہوا۔

۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں اہلسنت کی جانب سے قائم کردہ مقدمہ میں مرزا غلام قادیانی کو اعتراف کرنا پڑا کہ "سیف چشتیائی" میں سرقہ مضامین کا جو الزام اس نے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی پر لگایا ہے۔ وہ غلط ہے اور میں اس الزام کو واپس لیتا ہوں۔

مولانا نواب الدین رمداسی خلیفہ خواجہ سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اگست ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کا بازو پکڑ کر اور اسے مخاطب کر کے فرمایا "اگر خدا کو نبی بنانا ہوتا تو تجھ جیسے بجو (بدشکل، کریہہ صورت) کو نہ بناتا بلکہ مجھ جیسے وجیہہ کو بناتا، مگر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

مرزا غلام قادیانی کے دست راست حکیم نور الدین بھیروی نے حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف گورداسپور میں دو مقدمات دائر کئے ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء اور ۲۹ جون ۱۹۰۳ء میں دونوں مقدمات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ باعزت بری ہوئے اور ان مقدمات میں مرزا غلام قادیانی خود کچہری میں مجرموں کی طرح پیش ہوتا رہا۔

قادیانی اخبار "الحکم" کے ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فقیر محمد جہلمی پر مقدمہ قائم کیا مدعا نے جواب دعویٰ میں مرزائیت کی رسوائی کا سامان کیا۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں کی طرف سے جہلم میں کتاب "مواہب الرحمٰن" کی تقسیم پر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی اور حکیم فضل الدین بھیروی پر جہلم میں مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ دو سال تک چلتا رہا اور بالآخر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو کامیابی ہوئی اور عدالت نے مرزا قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل الدین بھیروی پر دو سو روپے جرمانہ کا حکم سنایا اور عدم ادائیگی کی صورت میں بالترتیب چھ ماہ اور پانچ ماہ قید کی سزا سنائی۔

مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام قادیانی کی کتاب "اعجاز احمدی" (جس کو مرزا نے اپنی جھوٹی نبوت کی تائید میں بطور ثبوت پیش کیا) کی غلط عربی عبارات پر عالمانہ گرفت فرمائی۔ جس پر مرزا کو اکتوبر ۱۹۰۳ء کو اخبار "الحکم" میں تسلیم کرنا پڑا کہ "نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں"۔

نومبر ۱۹۰۴ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود علالت ایک ماہ سیالکوٹ میں قیام فرما کر مرزا قادیانی کا نہ صرف خود رد کیا بلکہ دیگر علماء کرام کو بلوا کر مرزائیت کے رد میں

ان سے بھی تقاریر کروائیں۔ اس اجتماع کے تمام اخراجات آپ نے خود برداشت کئے۔ مرزا غلام کی ذلت ورسوائی دیکھ کر ہزاروں افراد قادیانیت سے تائب ہوئے اور مرزا تازیست سیالکوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے منظوم "قصیدہ عربی فارسی" مرزا قادیانی کو لکھا جو کہ "رسالہ شمس الاسلام" بھیرہ میں شائع ہوا۔

حضرت مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے اغلاط سے پر قصیدہ اعجازیہ کا رد "قصیدہ عربیہ" لکھا جو پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوا۔

مولانا غلام قادر بھیروی نے پنجاب میں مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ "رد ابطال نکاح المرتد" دیا کہ "مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے مرتد ہیں اور ان کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام اور ناجائز ہے۔ (مولانا بھیروی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے لاہور کی بیگم شاہی مسجد جہاں آپ خطیب تھے، کی پیشانی پر ایک پتھر نصب کروایا تھا جس پر کندہ تھا "باتفاق انجمن حنفیہ وحکم شرع شریف قرار پایا ہے کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری، مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے)

مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی تردید میں "اتمام الحجۃ عمن اعرض الحجۃ" (غیر مطبوعہ) رسالہ لکھا۔ جس میں مرزا قادیانی کے فریضہ حج سے اعراض کا بیان کیا گیا ہے۔

مولانا مفتی غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ختم نبوت" زیور طبع سے تاحال آراستہ نہ ہو سکی۔

امام العارفین خواجہ اللہ بخش تونسوی نے مرزا قادیانی کی تردید نہایت موثر انداز میں فرمائی۔ جس کی وجہ سے پنجاب میں مرزائیوں کی خوب رسوائی ہوئی۔

مجاہد اسلام خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے علاقہ سون سکیسر سے وہ پتھر اکھڑوا دیا جس پر ترکوں کے خلاف لڑنے والے کے نام کندہ تھے کیونکہ دوسری جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست پر اور انگریزوں کی فتح پر قادیانیوں نے مسرت کا اظہار کیا تھا، خواجہ صاحب کا یہ عمل دونوں سے اظہار نفرت تھا۔

مرزائیوں نے دوالمیال کی مسجد میں علیحدہ جمعہ قائم کرنے کیلئے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی حضرت مولانا سید لال شاہ دوالمیالوی نے کی اور ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادن خان نے اس مقدمے کا فیصلہ شاہ صاحب کے حق میں دیا۔

۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعۃ المبارک کے خطبے میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزا غلام قادیانی نے لاہور میں موجود ہونے کے باوجود بار بار تقاضہ اور اعلان کے سامنے نہ آیا۔

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہزاروں مسلمانوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "پیشین گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا غلام قادیانی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ آئندہ (۲۴) گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا۔ آپ نے یہ پیشین گوئی رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا مرض ہیضہ میں آنجہانی ہو گیا۔ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء دوپہر اپنے عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا۔

## مرزا کی موت سے تحریک ختم نبوت تک

(جون ۱۹۰۸ء تا ۱۹۵۳ء تک)

ذیل میں ہم اہلسنت وجماعت کے ان علماء ومشائخ کی علمی کوششوں اور کاوشوں کا مختصراً تذکرہ کررہے جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد ردمرزائیت کے حوالے سے علمی محاذ پر کام سرانجام دیا۔ جہاں ان علماء ومشائخ کی گراں قدر کاوشوں کی بدولت لاکھوں مسلمانوں کے عقائد محفوظ رہے اور ہزاروں افراد کو قادیانیت سے تائب ہوکر توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ وہاں انہوں نے قادیانیت کے خلاف تحریک تحفظ ختم نبوت کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کی بنیاد بھی رکھی۔

کتاب "معیار المسیح" (اردو)
مصنف مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات سن اشاعت ۱۳۲۹ھ بمطابق فروری ۱۹۱۱ء

مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

کتاب "معیار عقائد قادیانی" (اردو)
مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ
صفحات ۱۰۴، سن اشاعت ۱۳۳۱ھ بمطابق فروری ۱۹۱۲ء

اس کتاب میں مرزائی عقائد کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

کتاب "جمیعت خاطر" (اردو)
مصنف قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات ۱۲۰، سن اشاعت ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء

قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ انسپکٹر پولیس لدھیانہ اور غلام رسول قادیانی پولیس انسپکٹر فیروز والا کے درمیان خط وکتابت ہوئی۔ صفائی پیش نہ کرنے کی صورت میں قاضی فضل احمد لدھیانوی نے مرزا کو ملزم قرار دیکر عوام کی عدالت میں لا کھڑا کیا۔ یہ کتاب اس استغاثہ کی کہانی ہے (مراۃ التصانیف میں مولف حافظ عبدالستار سعیدی نے سن اشاعت ۱۹۱۴ء لکھا ہے جبکہ جناب صادق علی زاہد صاحب نے اس کتاب کا سن اشاعت اپنی کتاب علمائے حق اور ردّ مرزائیت میں ۱۹۱۵ء لکھا ہے)

کتاب "بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی" (اردو)
مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ
صفحات ۱۰۴، سن اشاعت ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۸ء

مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائی نبوت کو اس کتاب میں چاروں خانے چت کیا ہے۔

کتاب "کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا" (غیر مطبوعہ)
مصنف مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات سن اشاعت ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۸ء

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غیر مطبوعہ تصنیف ۱۹۱۸ء میں لکھی گئی ہے جو کہ کفریات مرزا پر مشتمل ہے۔

(مراۃ التصانیف مولف حافظ محمد عبدالستار سعیدی)

کتاب "اسلام کی فتح اور مرزائیت کی شکست" (اردو)
مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ
صفحات ۴۰، سن اشاعت ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء

حکیم محمد حسین لاہوری مرزائی نے بابو پیر بخش کو خط لکھا کہ آپ ضعیف حدیث سے بھی ثابت کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا ہے تو میں مان لوں گا' چنانچہ بابو پیر بخش نے قرآن وحدیث اور آئمہ مفسرین کے اقوال سے ثابت کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا ہے قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول ہوگا۔

کتاب ''کرشن قادیانی'' (اُردو)

مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۳۲ سن اشاعت ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء

مرزا کے دعوئ کرشن کے رد میں یہ کتاب ہے۔

کتاب الجراز الدیانی علی مرتد القادیانی'' (اُردو)

مصنف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۲۵ سن اشاعت ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء

حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قادیانی اعتراضات کا ایمان افروز جواب یہ ہے۔ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔

کتاب ''تردید نبوت قادیانیت فی جواب النبوۃ فی خیر الامت'' (اُردو)

مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۲۲۴ سن اشاعت ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء

مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ایک مرزائی کی کتاب النبوۃ فی خیر الامہ کا جواب ہے، جس نے اسے لاجواب کر دیا۔

کتاب ''مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی'' (اُردو)

مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۱۷۵ سن اشاعت ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء

مرزائی مولوی غلام رسول اور مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مناظرے کی اصل روداد اس کتاب میں تحریر کی گئی ہے۔

کتاب ''تائید الاسلام ماہانہ رسالہ'' (اُردو)

مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۱۶ سن اشاعت نومبر ۱۹۲۲ء

صفحات ۸ سن اشاعت اپریل ۱۹۲۳ء

صفحات ۲۴ سن اشاعت جون ۱۹۳۲ء

مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ (ر) یوسف ماسٹر نے یہ رسالہ لاہور سے نکالا اور اس رسالہ کے ذریعے مرزائیت کی تردید کرتے رہے۔

کتاب ''تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی'' (اُردو)

مصنف حضرت مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات سن اشاعت ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۳ء

حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ابوالکلام آزاد کے فتویٰ کی تردید اور مرزائی مولوی محمد علی کے ردّ میں ہے۔

کتاب ''الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی'' (اُردو)

مصنف مولانا غلام مرتضیٰ میانوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۲۲۲ سن اشاعت ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۴ء

اس کتاب میں مرزائی مناظر جلال الدین شمس اور آپ کے درمیان مناظرہ کی تفصیل ہے۔ اس مناظرے میں آپ کے ہاتھوں مرزائی مناظر کو ذلت انگیز شکست سے دوچار ہونا پڑا آپ نے اس کتاب میں مرزا محمود کو مناظرہ کا چیلنج کیا جسے اس نے مرنے دم تک قبول نہیں کیا۔

کتاب ''الاستدلال الصحیح فی حیات المسیح'' (اُردو)

مصنف مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۳۵۲ سن اشاعت ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۴ء

حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر بڑی مفصل بحث ہے۔ اس کتاب میں مرزائیوں کی جانب سے پیدا کردہ تمام تر شبہات کا جواب موجود ہے (مراۃ التصانیف میں مولف علامہ حافظ عبدالستار سعیدی کی روایت کے مطابق یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں انجمن تائید اسلام لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ لیکن کتاب ''قادیانیت کے خلاف عملی محاسبہ'' میں اللہ وسایا نے مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کا سن تصنیف ۱۹۳۱ء درج کیا ہے)

# بکواسات مرزائے قادیان لعنۃ اللہ علیہ

قاری محمد اصغر نورانی

مرزا قادیانی لعنتی کردار' بے غیرت' شیطان کا چیلا' خبیث' مردود' بے حیا' کذاب ۱۸۳۶ء کو بھارت کے صوبہ (مشرقی) پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل ساڑھے دس بجے رات جہنم رسید ہوا۔

مرزا خبیث نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر آوارہ گرد گھر سے بھاگ آیا۔ سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار تنخواہ پر بطور منشی ملازم ہوگیا۔

اسکے بعد اس خناس نے انگریز سے مل کر جھوٹی نبوت کا منصوبہ بنایا۔ اس کانے دجال بے غیرت نے آہستہ آہستہ مذہبی تقریریں شروع کر دیں انگریز کی سرپرستی میں کام کرتا رہا' اپنے آپ کو ایک بڑا عالم اور محدث ظاہر کیا پھر کہا میں مجدد ہوں' پھر کہا میں مہدی ہوں' پھر مسیح' پھر کہا میں ظلی طور پر محمد ہوں پھر کہا میں ہی محمد ہوں پھر کہا میں محمد رسول اللہ سے افضل ہوں (معاذ اللہ) اس لعنتی کردار' ذلیل شخص نے اللہ تعالیٰ' نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیائے کرام' صحابہ کرام' مکہ' مدینہ' بزرگان دین قرآن مجید اور عام مسلمانوں کی توہین میں ایسی باتیں لکھیں اور کہیں جسے پڑھ کر غیرت مند مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔

## مرزائیوں کے عقائد

(اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی)

۱) وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانےوالی آگ ہے۔ (معاذ اللہ) (سراج منیر ص ۵۵)

۲) میں (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔ (معاذ اللہ) (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ کتاب البریہ ص ۷۸)

۳) وہ خدا جسکے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ (معاذ اللہ) (تجلیات الٰہیہ ص ۴)

۴) اللہ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سن (معاذ اللہ) (البشریٰ جلد ۱ ص ۴۹)

۵) مجھ سے میرے رب نے بیعت کی۔ (معاذ اللہ) (دافع البلاء ص ۶)

۶) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (معاذ اللہ) (دافع البلاء ص ۱۱)

۷) اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے۔ (معاذ اللہ) (حاشیہ ص ۲۳ اربعین نمبر ۴)

۸) کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اسکے یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے (معاذ اللہ) (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۴)

## نبی پاک ﷺ کی توہین

۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی الہام سمجھ نہ آئے نبی سے کئی غلطیاں ہوئیں (معاذ اللہ) (ازالۃ الادھام مطبع لاہوری)

۲) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اشاعت دین کمل طور پر نہ

کر سکے میں نے پوری کی (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۵)

۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۶۷)

۴) میرے نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ ص ۵۶)

۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ (معاذ اللہ) (الفضل قادیان) ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء

۶) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

۷) میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلحقوبہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی جود قرار دیا ہے۔ (معاذ اللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(معاذ اللہ) (اخبار قادیاں ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

## حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

۱) میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵)

۲) آپ (مرزا) کا درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء سے بلند ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۶ جون ۱۹۳۳ء)

۳) جس (مرزا) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی۔ (معاذ اللہ) (الفضل ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء)

۴) اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم و عرفان میں میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ (معاذ اللہ)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

(معاذ اللہ) (درثمین ص ۱۲۳)

۶) پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۹)

۷) خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں' میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (معاذ اللہ) (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳)

۸) خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ غرق نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷)

۹) یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے

شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کیوجہ سے۔ (معاذ اللہ)
(کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵)

۱۰) مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا (معاذ اللہ) (مکتوبات احمدیہ ص ۲۱ تا ص ۲۴ جلد ۳)

## صحابہ کرام علیہم الرضوان

۱) جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۱۸)

۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (مرزا) کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ (معاذ اللہ) (ماہنامہ المہدی جنوری فروری ۱۹۱۵ء)

۳) پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے تم اسکو چھوڑتے ہو اور مردہ علی رضی اللہ عنہ کی تلاش کرتے ہو۔ (معاذ اللہ) (ملفوظات احمدیہ جلد ا ص ۱۳۱)

۴) جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہوگیا۔ (معاذ اللہ) (ص ۱۷۱ خطبہ الہامیہ)

## توہین قرآن

۱) قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) (تذکرہ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

۲) میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہوگئی ہیں (معاذ اللہ) (ازالہ اوہام ص ۸ ص ۱۳)

## توہین حدیث

۱) میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۳۱)

## مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین

۱) تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کیساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان (معاذ اللہ) (ازالہ اوہام ص ۳۴)

۲) میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں (معاذ اللہ) (بشیر محمود الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)

۳) (مرزا) نے فرمایا کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے انکے ایمان کا خطرہ رہتا ہے (معاذ اللہ) (انوار خلافت ص ۱۱۷)

## مسلمانوں کو گالیاں

۱) ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (یعنی مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

۲) جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔
(انوار الاسلام ص ۳۰)

۳) میرے مخالف جنگلوں کے سور ہوگئے اور انکی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الہدیٰ ص ۵۳)

۴) میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسکے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (کنجریوں) کی اولاد نے تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷)

......☆......☆......

# میلاد النبی ﷺ اور ختم نبوت (کتاب وسنت کی روشنی میں)

تحریر: قاری محمد افضل باجوہ (نائب امیر تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان)

''میلاد کا معنی ہے پیدائش، پیدا ہونے کا زمانہ، پیدائش کا وقت المولد پیدائش کی جگہ یا وقت المیلاد پیدائش کا وقت المولدۃ دائی المولود چھوٹا بچہ۔ (کتب اللغات العامہ)

''میلاد النبی ﷺ سے مراد ہے۔

خلقت محمدی ﷺ (عالم عدم سے عالم وجود میں منتقل ہونے کا ذکر اور ولادت باسعادت (یعنی ظہور قدسی کی برکتوں) کا ذکر اور بعثت محمدی ﷺ کا ذکر انوار کرنا، ذیل میں ہم قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں خاتم النبیین شفیع المذنبین علیہ السلام کے میلاد شریف اور ختم نبوت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ (یعنی وہ آیات اور احادیث جن میں میلاد اور ختم نبوت دونوں کا ذکر ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

**واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا۔**

اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اسکی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا تم نے اقرار کرلیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کریمہ میں میلاد النبی ﷺ اور ختم نبوت دونوں کا بیک وقت ذکر و بیان موجود ہے۔ لفظ ثم میں ختم نبوت اور لفظ جاء کم میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری وجلوہ گری کا ذکر ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

**واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین۔ (الصف ۶)**

اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو تشریف لائیگا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا پس جب وہ (احمد) آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

اس آیۃ مقدمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا اعلان کر کے عیسائیوں کے باطل عقائد (کہ عیسیٰ خدا یا خدا کا بیٹا ہے) کی تردید اور توراۃ شریف کی تصدیق اور روح کائنات علیہ السلام کی جلوہ گری کی تبشیر فرمائی جبکہ آخر پہ آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا پرچار بھی کردیا۔

گویا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عیسائیوں کے مجمع میں علی الاعلان احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی ختم نبوت کانفرنس اور جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا انعقاد کر کے خود ہی ہر دو عنوان پر خطاب فرمایا جو کہ آیت مذکورہ کے اناجیل میں بھی منقول ہے ذیل میں چند حوالہ جات بمعہ متن درج علاوہ ہیں۔

۱) اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (انجیل برنباس باب ۱۴ آیت ۱۶، ۱۷)

۲) لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ (یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶، ۲۸)

۳) مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہتے گا لیکن جو کچھ سنے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳، ۱۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بیانات میں سے اوّل، دوم میں "باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ ایسے جملوں میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح دلیل موجود ہے۔

جبکہ

"ابد تک تمہارے ساتھ رہے" اس فرمان میں ختم نبوت کی روشن دلیل ہے۔

ہرقیاس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلاکم وکاست بیان کیا جن میں سے ذیل میں بطور نمونہ چند حوالہ جات (جن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم التحیۃ والثناء کے میلاد اور ختم نبوت کا بیان ہے) درج ہیں۔

ترجمہ "لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائیگی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کیلئے آب وتاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں اُن پر روشنی ڈالے گی کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے"۔

(انجیل برنباس باب ۱۷ ص ۱۸)

ترجمہ "یعنی جس ہستی کی آمد کا تم ذکر کر رہے ہو میں اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں جس کو تم مسیحا کہتے ہو اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف میرے بعد لے آئے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لائے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ (انجیل برنباس باب ۴۲ ص ۵۵)

ترجمہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک میں تو فقط بنی اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کیلئے مبعوث فرمائے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصب ہوگی"۔ (انجیل برنباس باب ۸۲ ص ۱۰۴)

اسکے بعد پادری نے ایک اور سوال پوچھا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا یعنی آپ کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا؟ البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔

اس کے بعد پادری نے دوسرا سوال کیا: اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا:

مسیحا کا نام قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا فرمایا اور آسمانی آب وتاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا اللہ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرو میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے، ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بیشمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے، جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی، آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بابرکت نام ہے۔

تمام سامعین نے یہ سن کر یہ کہتے ہوئے فریاد کرنا شروع کی۔

ترجمہ "اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج"۔

ترجمہ یارسول اللہ ﷺ دنیا کو نجات کیلئے جلدی تشریف لے آیئے۔ (انجیل برنباس باب ۹۲ ص ۱۲۳)

ترجمہ "طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد ﷺ تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب میری بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں، وہ مجھے یہ انعام دے گا۔ لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

محترم قارئین! انجیل برنباس کی خط کشیدہ عبارات کا بنظر انصاف وغائر مطالعہ کرنے سے ہر منصف مزاج قاری کا حتمی فیصلہ یہی ہوگا کہ مندرجہ بالاسطور میں میلاد مصطفیٰ آمد رسول وخاتم الانبیاء ﷺ کی عظمت نبوت کا واضح ذکر موجود ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

(آل عمران ۱۶۴)

بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات (مبارکہ) تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ (سورہ النساء ۱۷۴)

اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن کرنے والا نور اتارا اس آیت میں میلاد النبی ﷺ ختم نبوت کیلئے (دیوبندی) مفتی محمد شفیع تلمیذ رشید مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا اقتباس ذیل میں من و عن درج کیا جاتا ہے۔ یہ آیت بھی دو وجہ سے ختم نبوت کی واضح دلیل ہے۔

اول اسلئے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی عموم بعثت کو ثابت کرتی ہے اور قیامت تک تمام دنیا میں پیدا ہونے والی نسلوں کیلئے آنحضرت ﷺ پر ایمان کو فرض کرتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت کا آفتاب قیامت تک اسی طرح چمکتا رہے گا، جس کے سامنے کسی کو کب نبوت کے چمکنے کی ضرورت نہ ہے نہ یہ عادۃً ممکن ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین 0 یھدی بہ اللہ

تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا (نور رسالت)

من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم اور ہدایت والی کتاب جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔

منالظلمت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم۔ (المائدہ ۱۶) ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں یہ سلامتی کا راستہ ہے اور یہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

مفتی صاحب مذکورہ بالا آیت کو ختم نبوت حصہ اول ص ۱۹۵ پر بطور دلیل ختم نبوت نقل کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسی آیت کے یہ الفاظ "قد جاء کم من اللہ نور" حضور آخر الزماں ﷺ کی آمد مبارکہ (ولادت باسعادت) میلاد شریف کی واضح دلیل ہیں۔

"قد تحقیق جاء" آیا وہ کم تمہارے پاس مفتی صاحب مذکورہ۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک۔

اے ہمارے رب مبعوث فرما ان میں ایک رسول۔

ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انہی میں سے جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور کتاب وحکمت کی تعلیم فرمائے اور ان کے نفس کا تزکیہ فرمائے۔

انک انت العزیز الحکیم۔ (البقرہ ۱۲۹) بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

# حجاب کا اسلامی تصور

تحریر: بنت قاری سکندر حیات جلالی (پھالیہ)

## لفظی معنی

پردے کے معنی ڈھکے اور چھپے ہونے کے ہیں۔ عربی میں اس کیلئے "حجاب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

## اصطلاحی معنی

عورت کا اپنے بدن اور چہرے کو چھپانا "پردہ" کہلاتا ہے۔

## آیات پردہ کا پس منظر

اسلام سے پہلے پردے کا رواج نہ تھا۔ اس طرح آزاد اور لونڈیوں میں کوئی نمایاں فرق نہ ہوتا تھا۔ اسلئے آوارہ لوگ عورتوں کو تنگ کرتے تھے اور پوچھ گچھ میں یہ بہانہ کرتے تھے کہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ یہ آزاد عورت تھی۔ اس بات کا اندازہ اس ارشاد ربانی سے ہوتا ہے۔

"ذلک ادنی ان یعرفن فلایوذین" (احزاب ۵۹)

"یہ پردہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے۔

اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت غیرت تھی۔ انہوں نے بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر یہ آیت پردہ نازل ہوئی۔ احکامات پردہ دو قسم کے ہیں۔

۱) اندرون خانہ (۲) بیرون خانہ

## اندرون خانہ پردہ کے احکام

اندرون خانہ پردہ کے درج ذیل احکامات ہیں۔

گھر میں ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے اسلامی احکامات کے لحاظ سے عورت کا بلاضرورت گھر سے نکلنا مستحسن نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وقرن فی بیوتکن۔ (احزاب ۳۳)

اور تم وقار سے اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

حدیث شریف میں گھر میں ٹھہرنے کی فضیلت یوں آئی ہے۔ عورتوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ ساری فضیلت تو مرد لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور ہم کونسا عمل کریں کہ مجاہدوں کے برابر اجر وثواب حاصل کرسکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو گھر بیٹھے گی وہ اپنا ثواب پائے گی"۔

## پردے سے بات کی اجازت

غیر مرد سے بامر مجبوری بعض اوقات بات کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اسکی اجازت صرف پردے کے پیچھے سے دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

واذا سالتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن۔ (احزاب ۵۳)

"اور جب تم نے غیر عورتوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کیلئے بہتر ہے"۔

## غیر مردوں سے بات کرنے کا طریقہ

اگر بامر مجبوری عورت کو غیر مرد سے بات کرنی پڑے تو اس کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض ۔(احزاب ۳۲) "پس نرم آواز میں بات نہ کرو تاکہ جن کے دل میں خرابی ہو وہ کسی لالچ میں مبتلا نہ ہو جائیں"۔

اسکی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے ارشاد نبوی ہے۔

"بلاشبہ قدرت نے عورت کی آواز میں طبعی نزاکت رکھی ہے لیکن وہ حتی المقدور مردوں سے بات کرنے میں ایسا لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے روکھا پن ہو۔ اس طرح وہ مرد مایوس ہوگا اور کوئی لالچ نہ رکھے گا۔

## اندرون خانہ پردے میں احتیاطیں

بیرونی دروازے کے آگے پردہ لٹکایا جائے اور بلاضرورت دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ بیرونی پردہ بہت سی اخلاقی بیماریوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

مکانوں کی چاردیواری اونچی ہونی چاہیے اور بلڈنگ کی ساخت ایسی ہونی چاہیے کہ کسی طرف سے تانک جھانک نہ ہو سکے۔ اس طرح مسلمان پاکیزگی سے زندگی بسر کرسکتا ہے اور فتنے پرورش نہیں پاتے۔

چہرہ، کہنیاں اور پاؤں کے علاوہ باقی بدن چھپانا چاہیے۔

غیر مردوں کو گھر میں داخلے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ بالخصوص جب خاوند گھر نہ ہو۔

عورتوں کی آواز باہر نہ آئے حتیٰ کہ حدیث میں اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

## بیرون خانہ پردہ کے احکامات

بیرون خانہ پردہ کے درج ذیل احکامات ہیں۔

## پردہ کے ساتھ باہر نکلے

جب عورت کو باہر نکلنا ہی ہو تو وہ پردہ کرکے نکلے۔ اس سلسلے میں دو اہم احکامات ہیں۔

## چہرے کا پردہ

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ چہرے کا پردہ کیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یدنین علیهن من جلابیبهن ۔(احزاب ۵۹)

"عورتیں چہروں پر گھونگھٹ کرلیا کریں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاضی حضرت عبیدہ سلمان نے پردے کا عملی مظاہرہ کرکے دکھایا۔ انہوں نے پوری چادر اوڑھ کر سر، پیشانی اور پورا منہ ڈھانپ کر صرف ایک آنکھ ننگی رکھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کیلئے گھر سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں"۔ آج کل کے کچھ علماء نے چہرے کے پردے کو ضروری قرار نہیں دیا لیکن جمہور علماء چہرے کے پردے کے قائل ہیں۔ اگر چہرے کا پردہ نہ کیا جائے تو اور کس چیز کا پردہ ہوا۔ باقی جسم تو عموماً پردے میں ہی ہوتا ہے۔

## سینے کا پردہ

چہرے کے بعد سینے کے پردے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی مردوں کیلئے باعث کشش ہوتا ہے اور زیورات اور سنگھار کا مرکز ہوتا ہے۔ اس لئے ارشاد ربانی ہے۔

ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ۔(نور ۳۱)

"اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں"۔

## نگاہیں نیچی رکھیں

عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

قل للمومنت یغففن من ابصارھن۔(نور ۳۱)

"آپ مومنات کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"۔

کیونکہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک خطرناک تیر ہے۔غض بصر سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے یہی زنا کا نقطہ آغاز ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا غیر محرم عورت پر نظر نہ جماؤ۔اچانک نظر پڑ گئی تو وہ معاف ہے' قصداً اگر کسی پر ڈالی جائے تو معاف نہیں' غیر محرم پر سے نظر فوراً ہٹا لینی چاہیے۔حدیث میں آتا ہے کہ وہ ایسا کرنے سے ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔

## اظہار زینت کی ممانعت

اسلام میں عورت کو زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولا یبدین زینتھن۔(نور ۳۱)

"اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں"۔

یہ زیب و زینت خواہ ظاہری ہو یا چھپی ہوئی ارشاد ربانی ہے۔

ولا یضربن بار جلھن لیعلم مایخفین من زینتھن۔ (نور ۳۱)

"اور عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے"۔

اس طرح ان کی چال ڈھال ایسی ہو جس سے کمینے لوگ کسی لالچ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔اس لئے چال میں باوقار طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

## خوشبو کی ممانعت

عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو اسے خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔اس ضمن میں فرمان نبوی ہے۔"اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے منع نہ کرو مگر وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں"۔خوشبو بھی عورت کی جانب مرد کو متوجہ کرتی ہے جو باعث فتنہ ہوتی ہے۔

### گفتگو

گھر سے باہر بعض اوقات خریداری یا دوسرے مسائل میں غیر مردوں سے گفتگو کرنا پڑتی ہے تو لہجہ ذرا سخت ہونا چاہیے تا کہ وہ کسی لالچ میں مبتلا نہ ہو سکے۔اسطرح غیر مرد کے فتنے سے عورت محفوظ ہو جاتی ہے۔

## مخلوط مجالس میں شرکت کی ممانعت

عورتوں کے پردے کو برقرار رکھنے کیلئے ان کو مخلوط مجالس میں جانے سے منع کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ اس سے ہی فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

## کن لوگوں سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے

جن سے پردہ نہ کرنیکی اجازت دی گئی ہے۔اسکی تفصیل درج ذیل آیت میں دی گئی ہے۔

ولا یبدین زینتھن الالبعولتھن او ابائھن او اباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او مامُلکت ایمانھن او التبعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورت النساء۔(نور ۳۱)

اس آیت کی روشنی میں درج ذیل لوگوں کو پردے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔(۱) خاوند (۲) سسر (۳) باپ' دادا' پردادا (۴) بیٹے (۵) شوہر کے بیٹے (جو دوسری بیوی سے ہوں) (۶) بھائی (حقیقی' سوتیلے' رضاعی) (۷) بھتیجے (۸) بھانجے (حقیقی اور رضاعی) (۹) عورتیں (۱۰) لونڈیاں (۱۱) عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے مرد (غلام' ملازم' زیر کفالت) (۱۲) نابالغ بچے۔

## پردہ کے فوائد

۱) عورت کا جذبہ حیا برقرار رہتا ہے بلکہ بڑھتا رہتا ہے اور مضبوط ہو کر اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے۔

۲) پردہ عورت کو گھر سے بلاضرورت نکلنے سے روکتا ہے یوں عورت گھر میں رہتی ہے جس سے وہ یکسوئی سے گھر میں بچوں کی تربیت کرتی ہے۔

۳) گھر کے جملہ امور بہتر طور پر انجام پاتے ہیں۔

۴) عورت روحانی طور پر مضبوط ہوتی ہے۔

۵) اخلاقی طور پر عورت بلند مقام پر فائز رہتی ہے۔

۶) پردہ دنیاوی اعتبار سے ترقی نسواں کا باعث بنتا ہے۔

## بے پردگی کے نقصانات

۱) بے پردہ عورت سے غلط لوگ امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور اکثر اوقات اپنی توقعات میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔

۲) گھریلو زندگی ناخوشگوار رہتی ہے۔

۳) عورت کی یکسوئی ختم ہو جاتی ہے۔

۴) اولاد کی تربیت سے محروم رہتی ہے۔

۵) حیا ختم ہو جاتی ہے۔

## کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ پردہ عورتوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے میں جھجک کا باعث ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پردہ عورت کی ترقی میں حائل نہیں ہوتا بلکہ ترقی کا عمل تیز کرتا ہے کیونکہ اسلام نے عورت اور مرد کا دائرہ کار الگ الگ متعین کیا ہے تاکہ دونوں اپنے اپنے دائروں میں کام کریں۔ دونوں کا شانہ بشانہ مل کر کام کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ مرد عورت کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ عورت صرف گھر کی ملکہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ جبکہ پردے کے مخالف اس کو کمائی کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کو اشتہار بنا کر شمع محفل بنا کر دل بہلانا چاہتے ہیں جو غلط ہے۔ غور کا مقام یہ ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی نرم آواز اپنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ حدیث شریف میں باآواز بلند قرآن کریم پڑھنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ کیا وہ اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت لاکھوں کے مجمع کے سامنے ناچے گائے اور نخرے دکھائے۔ کیا وہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عورتیں فلموں، ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا کردار ادا کریں۔ آج کا دور، عصر حاضر کی عورتوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو آزادی نسواں کے نعرے لگاتی ہیں وہ حقیقت نہیں سمجھتیں کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

## ایڈیٹر ماہنامہ "لانبی بعدی" کو صدمہ

تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان کے ناظم مالیات وایڈیٹر ماہنامہ "لانبی بعدی" لاہور شیخ مشتاق احمد نورانی کے سسر گذشتہ روز رضائے الٰہی سے منڈی فیض آباد میں انتقال فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) مرکزی جمعیت علماء پاکستان ومرکزی جماعت اہلسنت پاکستان وتحریک فدایان ختم نبوت پاکستان کے رہنماؤں نے شیخ مشتاق احمد نورانی سے ان کے سسر کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا ہے اور مرحوم کی بخشش وبلندی درجات کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے شیخ مشتاق احمد نورانی اور ان کے تمام عزیز واقارب کو صبر وجمیل عطا فرمائے صبر پر انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

بزرگانِ دین اور علماء و مشائخ کی قدیم و جدید
کتب و رسائل کا خوبصورت مجموعہ

# رسائلِ

# میلادِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صلاح الدین سعیدی